غدیر اہل سنت کی نگاہ میں

مصنف:
حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر محمد حسینی قزوینی

مترجم: سید عامر علی رضا

کتاب: غدیر اہل سنت کی نگاہ میں

مترجم: سیدعامر علی رضا

مصحح:حجۃ السلام والمسلمین محمد اشرف ملک

ذرائع: امام حسین علیہ السلام(ع)فاونڈیشن

com/c/ImamHussainFoundation.youtube.https://www

com/user/almujtaba.youtube.http://www

com/imam_hossein.aparat.http://www

{بسم اللہ الرحمٰن الرحیم }

انتساب

میری یہ ناچیز کوشش

اپنے مولا و آقا

حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

سرکار با وفا حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام

اور

سید الساجدین حضرت علی ابن الحسین علیھما السلام کے نام!

کہ ماہ مبارک شعبان میں ان تینوں ہستیوں کی ولادت کے ذریعے خدا نے ہم پر احسان کیا۔

مقدمہ مترجم

کتاب کا تعارف:

کتاب''غدیراز نگاہ اہلسنت'' حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر محمد حسینی قنزوینی صاحب کی علمی کوشش کا نتیجہ ہے جس میں مقصد غدیر کو دلیل کے ذریعے استدلال کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی چار فصلیں ہیں ۔

پہلی فصل میں منصب امامت کو آیات و روایات کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ منصب خدا کی طرف سے ہے نہ کہ لوگوں کی طرف سے،دوسری فصل خطبہ غدیر کے بارے میں ہے اور اس میں واقعہ غدیر سے پہلے اور بعد میں رونما ہونے والے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں ان آیات اور روایات کو جمع کیا گیا ہےجو ولایت پر دلالت کرتی ہیں اور انکی بررسی کی گئی ہے۔

جبکہ چوتھی فصل غدیر اور ولایت امام علی علیہ السلام پر جو اشکالات ہوئے ہیں ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔

مؤلف کا تعارف:

استاد دکترسیدمحمد حسینی قنزوینی کا تعلق ایران کے شہرقنزوین سے ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید سلیمان ہے۔آپ کی ولادت ۱۳۳۱ میں قنزوین میں ہوئی ۔ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی۔

حوزوی دروس

آپ نے میٹرک مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ ۱۳۴۵ میں حوزہ علمیہ ابراہیمیہ ،میں بھی داخلہ لے لیا۔اوردو سال میں مقدمات مکمل کر لی۔اور اعلی سطح کی تعلیم ۱۳۴۵ میں حوزہ علمیہ قم تشریف لے گئے ۔ اور ۱۳۴۵ میں سطوح کو پاس کیا اور پھر دروس خارج کے حصول کے لیے آپ آیۃ اللہ العظمی سید گلپایگانی کے محضر میں شرفیاب ہوئے اور ساتھ ساتھ آپ نےآیت اللہ العظمی اراکی ، آیۃ

اللہ العظمی وحید خراسانی، آیۃ اللہ العظمی شبیری زنجانی، آیۃ اللہ العظمی سبحانی،سے ایک مدت تک ان کے علمی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ ۔ اور ۱۳۶۸میں حوزہ علمیہ کے بعض مراجع نے آپ کو اجازہ اجتہاد یا۔

اسی طرح مرکز مدیریت سے سطح چھار (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری حاصل کی۔اسی طرح الحرہ اسلامک یونیورسٹی ہالینڈ سےعلم حدیث میں ڈاکٹریٹ کیا۔

تدریس

آپ نے حاشیعہ ملا عبداللہ،معالم الاصول،لمعتین۔

اور حوزہ کی سطوح عالی میں 1دورہ رسائل و مکاسب ، ۵دورے کفایۃ الاصول کےپڑھائے۔

آپ نے۲۰سال علم رجال و درایۃ کی تدریس کی، اور سال ۱۳۸۵ ق ، میں فقہ (فقہ مقارن) کے درس خارج کا سلسلہ شروع کیا۔اور اسی طرح مختلف مراکز میں جیسے مرکز جہانی علوم اسلامی، مجمع جہانی اہل البیت (ع) ،مرکز تخصصی قضاء،مرکز تخصصی مذاہب، اور مرکزےخصصی کلام اور اسی طرح بعض یونیورسٹیوں میں شیعہ شناسی کے کورس کروائے۔

ضرورت ترجمہ

یہ بات مسلم ہے کہ خدا ہی انسان کا خالق اور عالمین کا حقیقی رب ہے،تب ہی اس نے انسان کی دوسری ضروریات کی طرح ہدایت کا انتظام بھی فرمایااور ہر زمانہ میں انبیاء بھیجے ،یہانتک کہ ہمارے نبی مکرم اسلام (ص) کو آخری نبی بنا کر بھیجا۔اور آپ نے اسلام کی تبلیغ کی ۔آپ کے آخری حج کی واپسی پر آپ نے خدا کے حکم سے غدیر خم میں امامت و ولایت امام علی علیہ السلام کا اعلان فرمایا۔ انہی باتوں کی تفصیل یہ کتاب مشتمل ہے جس میں عمدہ انداز،بہترین استدلال،مستحکم بیان کے ساتھ امام علی علیہ السلام کی امامت کو ثابت کیا ہےاور بہت سے اعتراضات اور شبہات کے جوابات بھی دیے۔اس لیے بندہ حقیر نے اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کی ذمہ داری اٹھائی،کیونکہ اب تک ان کی اس کتاب کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ اس لیے اردو زبان قارئین کے لیے اس کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے قدم بڑھایا ۔تاکہ اردو زبان تک اس کتاب کے علمی مطالب پہونچا سکوں۔

ولكم منا خالص الثناء والدعاء

سيدعامرعليرضا

مقدمہ

بعض عوامل ایسے ہیں کہ اگر ان سے بے توجہی اور غفلت برتی جائے تو بہت زیادہ انحرافات کا باعث بنتے ہیں جبکہ دوسری طرف ان واقعات کی شناخت اوران کو صحیح انداز میں پیش کرنے کے لیے دقت اور دقیق تاریخی جدوجہد کی ضرورت ہے تاکہ یہ ایک فطری طریقہ اور تسلسل کے اعتبار سے قابل قبول ہو۔

تاریخ اسلام میں بہت سے اہم اور قابل توجہ حادثات رونماہوئےکہ ان میں سے بعض بہت بڑی اجتماعی تحریکوں کا سر چشمہ قرار پائے اور یہ واقعات من و عن درج ہوئے۔ ان میں سے ایک حجۃ الوداع میں پیش آنے والا واقعہ، غدیر خم ہے یعنی پیغمبر ﷺ کا آخری حج ۔

مجموعہ حاضر میں اس واقعہ کو از نگاہ تاریخ اوراہل سنت کی روایات سے تفصیل کے ساتھ بیان کیاگیا ہے ۔ پیغمبراکرم ﷺ اللہ تعالی کا حکم ہوا(جی ہاں صرف اور صرف اللہ کےحکم سے ہی،نہ کہ کسی اور کے حکم سے) کہ علی ابن ابی طالب ؑ کا اپنے بعدلوگوں کی ہدایت اور دین کی بقاءکےلیے بعنوان "امام " اور"جانشین" تعارف کرائیں۔ جب پیغمبراکرم ﷺ کے ذریعے سے یہ حکم بجا لایا گیا تو خداوند متعال نےفرشتہ وحی کے ذریعے سے اپنی رضایت اوردین کےمکمل ہونے کی اس طرح اطلاع دی کہ:

{ رَضِيتُ لَكُمُ الْاسْلَامَ دِينًا }

(مائدہ :3)

اس کے بعد سب خدا کی طرف سے منصوب جانشین کی بیعت کرنےکے پابند ہوئے۔یہاں تک کہ خواتین نے بھی پانی کے اس برتن میں جس کے دوسری طرف میں حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھا ، اپنے ہاتھوں کو ڈبو کر بیعت کی ۔ اس گرم اور جلا دینے والےصحرامیں یہ کام، بڑی دقت کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔سب نے پیغمبراکرمﷺاورحضرت علی علیہ السلام کو مبارک باد پیش کی اورشعراءنے اشعار پڑھے، سب نے پیغمبراکرم ﷺ کو ایک مہم وظیفہ کے بطور احسن انجام دینے پر بہت مسرور اور خوش دیکھا ۔ غدیر خم کے اس بہت بڑے واقعہ سے سے اگرغفلت اور بے توجہی کی جائے تو یہ غفلت تمام اسلامی گروہوں اور فرقوں کےدرمیان اختلاف کا سبب بن سکتا ہے ۔ اسی لیے ہمارا نظر میں اگر اس واقعہ کی صحیح اور تعصب سے ہٹ کر تحقیق کی جائے تو نہ صرف حقیقت دریافت ہو سکتی ہے بلکہ تمام اختلافات کی جڑ بھی ختم ہو سکتی ہے۔اسی حقیقت کی صحیح توضیح اور تشریح مکتب اہلبیت کی بنیاد ہے،ا وریہی گرانقدر اور گراں قیمت چیز ہے جو قرآن کی نظیر اور مثل پہچانی گء ہے۔

(انّی تارک فیکم الثقلین کتابَ اللہ وَعِترَتی)

(سنن ترمذی:3283876/5؛مسند احمد:14/3)

اگر قرآن باقی رہنے والاہے تو مثل بھی باقی رہے گی ۔

{ انَّا نحَنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لحَافِظُون }

(حجر:9)

اسی لئے جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ نے نشر معارف اسلام ناب محمدی کو پورے جہان تک پھیلانے کے لیے، اس سنگین وظیفہ کو اپنی گردن پر لیا اور خود کو اپنی توان کے مطابق ،اس وظیفہ کے انجام کا ذمہ دار ٹھہرایا ۔ جامعۃ المصطفیٰ ہر سال سالانہ اجلاس بعنوان "غدیر اہلسنت کی نگاہ میں " برقرار کرتا ہے۔ اس اجلاس میں اس عظیم واقعہ کو اہلسنت کی معتبر کتابوں سے جانچ پڑتال کیا جاتا ہے ۔

کتاب حاضر، مرکز آموزش زبان و معارف اسلامی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے کہ جسے حضرت حجۃ الاسلام و المسلمین ڈاکٹر حسینی قزوینی کی فرمایشات کو جمع کرکے ایک کتابی شکل میں تیار کیا گیا ہے ۔امید ہے کہ یہ کام امت اسلامی کے اتحاد کی بنیادقرار پائے ۔

جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ (مرکز آموزش زبان و معارف اسلامی۔مدرسہ المھدی)

پہلی فصل

امام کا تعین خدا کرتا ہے یا لوگ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں شیعہ اور اہلسنت، امام کے وجود کو ضروری جانتے ہیں حتی کہ ابن تیمیہ وہابیت کے بانی نے اعتراف کیا ہے
ولاة آمرالناس مِن آعظمِ واجبات الدِین بَل لاقیامَ للدین اِلابھا

(السیاسةالشرقیة 165،)

امامت اور خلافت لوگوں پربزرگترین واجبات میں سے ہے اور معاشرہ میں امام کے وجود کے بغیر دین متحقق نہیں ہوتا۔

شیعہ اور سنی فکر میں بنیادی فرق ہے اس طرح کہ:

آیا لوگ اپنے لیے امام اور رہبر منتخب کر سکتے ہیں یا یہ کہ یہ فقط خدا کے ہاتھ میں ہے؟

یا لوگ ایک گروہ اور مجلس و شوریٰ تشکیل دیں جو امام کا انتخاب کرے ؟

یا یہ کہ انسان کی عقل اور کوشش اس سے عاجز ہے کہ اس بارے میں کوئی قدم اٹھائے؟

شیعہ قرآن کی رو سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ امامت ضروریات دین میں سے ہے اور جس طرح پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب خدا کی طرف سے ہے اسی طرح امام کا منصوب ہونا بھی فقط خدا کی طرف سےہی ہے۔

اللہ تعالی، قرآن میں حضرت ابراہیم کی رسالت کے انتخاب کے بارے میں فرماتا ہے
{ وکلاْجعلنانبیاّ }

(مریم:49)

ہم نے سب (ابراہیم اور ان کی اولاد)کو نبی قرار دیا۔ ایک اور جگہ پرفرمایا
{انّی جاعلک للناس اماما}

(بقرہ:124)

اے ابراہیم میں نے تمھیں لوگوں کے لیے امام بنایا ۔

خدا نے حضرت ابراہیم کی امامت کو لوگوں کے سپرد نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سےاپنی امامت کی درخواست کریں ،حضرت موسی نے بھی اپنے بھائی کی امامت و وصایت کی تمنا کی ،مگر لوگوں کو یہ نہیں کہا کہ میں نے ہارون کو اپنا وصی بنایا اور نہ ہی لوگوں سے اس بارے میں رائے لی بلکہ خدا وند سے درخواست کی

{واجعل لی وزیرامن اهلی،هارون أخی}

(سوره طه: 29 و 30)

اے خدا میرے بھائی ھارون کو میرا وزیر اور جانشین بنا

پھر خدا وند عالم نے فرمایا

{ قال قد اوتیت سولک یا موسی }

(سوره طه / آیه 36)

اے موسی میں نے تیری دعا قبول کر لی ۔

پیشوایان بنی اسرائیل کے بارے میں بھی اسی طرح کی تعبیر قرآن میں ہے

{وَجَعلناهم آئمة یهدونَ بِآمرنا}

(انبیا:73)

ہم نے انکو امام بنایا تا کہ لوگوں کو ہماری طرف ہدایت کریں۔ پس آیات قرآن کی بنا پرصرف خداہی امام بنا سکتا ہے نہ کہ بشر۔

از لحاظ سنت، اہلسنت کی تمام تاریخی کتابوں(تاریخ طبری ،الکامل فی التاریخ سےلےکر تاریخ ابن خلرون اورابن کثیردانشوی،البدایہ والنھایہ،سیرہ ابن ھشام والمغازی)میں لکھاہےکہ جب پیغمبراکرم ﷺنےعرب کے قبائل سے اپنی رسالت کا اظہارکیا توقبیلہ بنی عامر اور قبیلہ ہودہ کی طرح بعض قبائل والوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کریں گےکہ آپکےبعدخلیفہ اور جانشین ہم میں سے ہو گا تو رسول اکرم نے فرمایا:

الآمر الی الله یضعه حیث یشاء

(سیرة النبویّه ؛ ابن هشام:33/2؛ سیرة الحلبیة : 3/2 ؛سیرة الحلبیة : 3/2 ؛الغدیر : 376/5)

میرے جانشین کا اختیار خدا کے پاس ہے وہ جسے چاہے انتخاب کرے،

اسی طرح غدیر کے روز خدا نے فرمایا ؛

{ یا ایها الرسول بلغ ما اَنزل الیک من ربّک }

(مائده:67)

اس آیت شریفہ میں نہ فقط جانشینی امام علی علیہ السلام کا حکم ہے بلکہ جانشینی کے علاوہ امامت کے خدا کی طرف سے ہونے کا بھی اعلان ہے۔سال دہم ہجری میں اسلام سراسرجزیرۃالعرب میں پھیل چکا تھا عرب کے سب قبائل دین اسلام اختیار کر چکے تھے اور

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے تھے ۔ آنحضرت نے بعثت کے ۲۳ سالوں میں اسلام پھیلانے میں کوتاہی نہیں برتی اور جانتے تھے کہ رحلت کا وقت نزدیک ہے اس لیے پے درپے سعی و کوشش کرتے رہتے تا کہ جتنا ممکن ہو اسلام کے قوانین اور آداب مسلمانوں کو یاد کرائیں۔

اسی سال پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر حج کا ارادہ کیا اس لیے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ قبایل عرب میں اعلان کریں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال حج کے لیے مکہ کا ارادہ رکھتے ہیں اس خبر کے پھیلتے ہی اطراف عربستان سے لوگ بڑے شوق سے مدینہ کی طرف آنے لگے تاکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعمال حج بجالائیں ۔

بالآخر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر ذیقعد سال دہم ہجری مکہ کے قصد سے روانہ ہوئے اور قربانی کے لئے اپنے ساتھ سو اونٹ لائے

(امتناع الاسماع : 510 - سیرہ الحلبی :309/3)

بہت سے لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے لیکن بعض مسلمان بیماری کی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے ۔

(سیرہ الحلبی :308/3)

مورّخین نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جانیوالوں کی تعداد چالیس ہزار سے ایک لاکھ چوبیس ہزار تک ذکر کی ہے۔

(سیرہ زینی دحلان :143/2؛ سیرہ الحلبی :308/3؛ امتناع الاسماع :512 منقول از کتاب الغدیر:30/1)

یہ تعداد فقط ان لوگوں کی ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے اور دوسرے علاقوں سے آنیوالے جس طرح یمن کے لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مکہ آئے۔

(مترجم: اہلسنت کے بعض بزرگان نے کہا ہے :کہ حضرت علی علیہ السلام پیامبر اکرم(ص)کے ساتھ حجۃ الوداع میں اصلا تھے ہی نہیں۔جبکہ صحاح ستّہ میں تاکید ہوئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایاّم حج سے پہلے کچھ مسلمانوں کے ساتھ یمن سے مکّہ کی طرف آئے اور پیامبر اکرم سے ملاقات کی۔یہ کتابیں درج ذیل ہیں ۔دیکھیں:

(صحیح بخاری:171/2 ؛صحیح مسلم:40/4 ؛سنن ابن ماجہ:1024/2؛سنن ابن داوود:158/2؛سنن ترمذی:216/2؛سیرہ ابن ھشام:57/3؛سیرہ حلبیہ:386/2و)

اورپیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کے اعمال انجام دیئے انکی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی ۔

اسی طرح حجۃ الوداع کا پیغمبراکرم ﷺ کے باقی سفروں کے ساتھ مقایسہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی سفر میں حجۃ الوداع والی خصوصیات نہیں ہیں ۔پیغمبراکرم ﷺ نے کسی بھی سفر میں عمومی اعلان نہیں کیا اور نہ ہی اپنے ہمراہ آنے کا فرمایا اور نہ ہی حجۃ الوداع کے علاوہ کسی اور سفر میں پیغمبراکرم ﷺ کی سب بیویاں آپ کے ساتھ تہیں ۔انہی وجوہات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبراکرم ﷺ شروع سے ہی اپنے جانشین کے اعلان کاارادہ رکھتے تھے۔

پیغمبراکرم ﷺ اس سفر کو اپنا آخری سفر حج جانتے تھے اور مختلف مقامات پر مسلمانوں کے درمیان جا کر خطبے دیئے ۔ ان خطبوں میں وصیت کے طور پر کچھ سفارشات بیان فرمائیں تاکہ انکی رحلت کے بعد لوگ گمراہ نہ ہوں۔

اس سفر میں ان پانچ جگہوں پر خطبہ دیا:

۱۔آٹھ ذی الحجہ(یوم الترویہ) مکہ میں

(سیرہ حلبیہ:369/3: طبقات ابن سعد : 187/2؛ سنن بیہقی: 95/5؛ الدر المنثور:391/1؛ البدایہ والنهایہ: 104/4)

۲۔نو ذی الحجہ کو عرفات میں

(سیرہ نبوی ابن هشام:248/4؛ الکامل فی التاریخ؛302/2؛تاریخ طبری:205/2؛سیرہ حلبیہ :372/3؛صحیح ترمذی:662/5)

۳۔دس ذی الحجہ(روز عید قربان)منی میں

(سیرہ حلبیہ 376/3؛ تاریخ طبری:206/2؛سنن کبری:140/5؛تاریخ یعقوبی:209/2؛طبقات ابن سعد:183/2)

۴۔گیارہ ذی الحجہ منی میں

(سیرہ حلبیہ:272/3؛ البدایہ والنهایہ: 222/5؛ سنن کبری: 210/5)

۵۔اٹھارہ ذی الحجہ غدیر خم میں

اگرچہ تاریخی کتابوں میں اس سفرمیں مسلمانوں کے مکہ پہنچنے سے پہلے کی جزئیات کو بیان نہیں کیا گیا البتہ مکہ میں رسول اکرم کے بہت سارے خطبےجو کہ واقعہ غدیر کا پیش خیمہ ہیں،بہت واضح ہیں۔

چھارم ذی الحجہ کو پیغمبراکرم ﷺ کاخطبہ اور صحابہ کی مخالفت

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے

(مترجم:اس نکتہ کی طرف توجہ کرانا ضروری ہے کہ اہلسنت قرآن کے بعد ان دو کتابیں کہ معتبر ترین سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہاگر کوئی صحیح بخاری اور مسلم کی روایت پراعتراض کرے تو وہ زندیق اور ملحد ہے۔)

کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار ذہی الحجہ کو مراسم حج کے انجام سے پہلے اپنے اصحاب کو فرمایا: کہ جن کے پاس ھدی(قربانی کے جانور اونٹ بھیڑ بکری وغیرہ) نہیں ہے وہ اپنے احرام کو احرام عمرہ تمتع قرار دیں اور طواف اور سعی کریں اور تقصیر کریں اور احرام سے باہر آئیں پھر دوبارہ حج تمتع کے لیے احرام باندہیں ۔ یہ بات بعض صحابہ پر گراں گزری ،انہوں نے سوال کیا اگر ہم احرام سے باہر آئیں تو کیا چیز ہم پر حلال ہو گی؟تو آپ نے فرمایا ہر چیز جو احرام کی وجہ سے تم پر حرام تھی حلال ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری : 1489/152/2)

صحیح مسلم میں ہے کہ عائشہ کہتی ہے:پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھی یا پانچویں ذی الحجہ کو میرے کمرے میں داخل ہوئے اور ان کے چہرے پر غضب کے اثرات واضح تھے

(فقلت من آغضبک یا رسول اللہ ،آدخلہ اللہ النار)

(صحیح مسلم : 34/4)

کس نے آپ کو غضبناک کیا خدا اسکو واصل آتش جہنم کرے

مسند احمد میں ذکرہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ کےجواب میں فرمایا:پریشان کیسے نہ ہوں؟ کیونکہ اصحاب کو دستور دیتا ہوں اور وہ میرے دستور کی اطاعت نہیں کرتے۔

(قال ومالی لا اغضب واناامر بالامر فلا اتبع؛مسند احمد :286/4)

قرآن کی صراحت کے باوجود یہ مخالفت:

{وَ مَا ءَاتَئكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ مَا نهََئكُمْ عَنْهُ فَانتَهُو}

(حشر:7)

جو کچھ رسول تمہیں دے دے لے لو اور جس چیز سے منع کردے اس سے رک جاؤ

جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں اسکی اطاعت کرنا اور جس سے روکیں اس کو ترک کرنا سب پر واجب ہے اسی طرح

{إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ لَعَنهَمُ اللَّهُ فىِ الدُّنْيَا وَ الاَخِرَةِ وَ أَعَدَّ لهَمْ عَذَابًا مُّهِينًا}

(احزاب :57)

یقینا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

صحاح ستہ اہلسنت سے سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے جب پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ احرام سے باہر آئیں تو صحابہ نے اعتراض کیا اور کہا یا رسول اللہ کیا ہم احرام سے باہر آئیں اور پھر اپنی بیویوں سے ہم بستر بھی ہوں ؟ و ۔ ۔ ۔

(سنن ابن ماجہ :992/2؛)

اس کے علاوہ اہلسنت کی تاریخی اور تفسیری مصادر میں دو سو مصدر ہیں جیسے

رک مسند احمد :317/3؛ صحیح ابن حیان :232/9؛ تفسیر کبیر: 181/5 ؛تفسیر ثعالبی: 416/1)

یہ روایت شیعہ کتابوں میں واضح بیان ہوئی ہے مثال کے طور پر امام صادق علیہ السلام سے بھی یہی روایت جو کہ سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے اس سے تھوڑے اضافے کے ساتھ نقل ہوئی ہے

(ان رجلا قام فقال یا رسول اللہ نخرج حجاجا و روسا تقط؟

ایک صحابی اٹھا اور کہا رسول خدا جب ہمارے سروں سے پانی ٹپک رہا ہو تو ہم اس حالت میں عرفات جائیں ؟

اس اعتراض کے بعد پیغمبر ﷺ نے اس فرمایا :

{ انک لن تو من بھذا آبدا }

(کافی :249/4)

تو اس حکم پر ہرگز ایمان نہیں لائے گا

یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ احرام سے باہر آنے میں صحابہ کی پیغمبر ﷺ سے مخالفت کی کیا وجہ تھی؟

صحیح بخاری میں ہے کہ عرب اور بالخصوص قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی ایام حج میں عمرہ سے باہر آئے اور حج کے لیے دوبارہ احرام باندھے تو وہ فاجر ہے۔

انکی نظر میں احرام سے باہر آنا کرہ زمین پر بد ترین فسق ہے اسی لیے جب پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ احرام سے باہر آو تو عرب جس کے بہت معتقد تھے اس سے دستبردار ہونا ان کے لیے بہت سخت تھا۔

(صحیح بخاری:1589/152/2؛صحیح مسلم:17/11)

ایک اور روایت ابن عباس سے ہے:

والله ما آمر رسول الله فی ذی الحجة الا لیقطع بذلک آمر اهل شرک

(سنن ابن ابی داوود :1987/442/1 ؛فتح الباری :337/3؛ معجم کبیر :17/11)

پیغمبر ﷺ نے اس لیے احرام سے باہر آنے کا حکم دیا کیونکہ وہ مشرکین کی رسوم ختم کرنا چاہتے تھے ۔

اسی طرح ابن حجر نے شرح صحیح بخاری

(مترجم: اہلسنت میں دو ابن حجر ہیں۔ایک ابن حجر عسقلانی جنکی رجال ،فقہ اور حدیث میں بہت سی کتابیں ہیں انکی وفات 852ہجری ہے ۔دوسرے ابن حجر ہیثمی ،جو ابن حجر مکّی کے نام سے مشہور ہیں انکی وفات 974ہجری میں ہے اور(الصواعق المحرقة) انکی کتاب ہے۔بعض اوقات بعض مولٔفین ابن حجر عسقلانی اور ابن حجر مکی میں اشتباہ کرجاتے ہیں)

اورعینی نے عمدة القاری میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس حکم سے پیغمبراکرم ﷺ کا مقصد مشرکین کے اعتقاد کو ختم کرنا تھا ۔

(فتح الباری :337/3؛عمدة القاری:199/9)

یہ حکم خلیفہ اول کے زمانے اور خلیفہ دوم کی خلافت کے آدھے زمانے تک جاری تھا مگر خلیفہ دوم نے حکم دیا کہ پیغمبراکرم ﷺ کے اس حکم کو ترک کر دو اور کہا:

متعتان محللتان فی زمن رسول الله و آنا آحرمهما وآعاقب علیهما

پیغمبراکرمﷺ کے زمانے میں دو متعہ حلال تھے اور میں (عمر)ان دونوں کو حرام کرتا ہوں جو بھی ان کو انجام دے اس کو سزا دوں گا۔

اسی حدیث کو ابن قدّامہ مقدسی نے کتاب المغنی جو کہ حنبلی مذہب اہلسنت پر مفصل فقہی کتاب ہے ، میں نقل کیا ہے اور یہ کتاب وہابیوں کی مورد تایید ہے اور اس کو صحیح شمار کرتے ہیں۔

(مغنی :136/7)

مذہب حنفی کے مشہور فقیہ سرخسی نے بھی کتاب المبسوط

(المبسوط :27/4؛صحیح مسلم اور بخاری)

(میں بھی ہے کہ خلیفہ دومؓ نے حکم دیا کہ کسی کو حق نہیں کہ وہ احرام سے خارج ہو ،اس نے کہا: مجھے اچھا نہیں لگتا کہ کوئی حج پر آئے اور اپنی بیوی سے ہم بستر ہو اور غسل کرے حالانکہ راستے کا غبار اس کے چہرہ پر نہ ہو اور وہ صحرائے عرفات میں حاضر ہو)

میں اسی طرح لکھا ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے کسی نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھاکیا متعۃ الحج ٹھیک ہے اور ہم احرام سے باہر آکر دوبارہ حج کے لیےاحرام باندہیں؟ تو اس نے کہا ہاں احرام سے باہر آنا ضروری ہے اس نے پھر پوچھا لیکن آپ کے باپ نے عمرہ کو حج کے ساتھ متصل کرنے کا حکم دیا ہے تو عبد اللہ ابن عمرنے جواب دیا :مگر پیغمبرﷺنےاحرام سے باہر آنے کاحکم دیا ہے۔ کیا پیغمبراکرم ﷺ کے حکم کی اطاعت صحیح ہےیا میرےباپ کی اطاعت؟

(رجلا من اهل شام و هو يسأل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمره الى الحج ،فقال عبد الله بن عمر: هى حلال فقال الشامى أن اباک قد نهى عنها

فقال عبد الله بن عمر:أرايت ان كان ابى نهى عنها و صنعها رسول الله ﷺ أمر ابى يتبع أم أمر رسول الله ﷺ

رکسنن ترمذی :159/2)

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جب صحابہ نے پیغمبراکرم ﷺ کےزمانے میں ان کی مخالفت کی تو بعد از رحلت پیغمبراکرم ﷺ جانشینی حضرت علی علیہ السلام کےحکم کی مخالفت بعید از قیاس نہیں ہے۔

کیا سب اصحاب عادل تھے؟

اس بحث کے ضمن میں اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کی عدالت کے بارے میں اشارہ کیا جا سکتا ہے۔جس عقیدہ کی قرآن وسنت اور تاریخ میں کوئی واقعیت نہیں، قرآن سب اصحاب کی عدالت کو قبول نہیں کرتا اور سنت بھی تمام اصحاب کی عدالت پر اشکال کرتی ہے،واقعیت تاریخ بھی سب اصحاب کی عدالت کو بیان نہیں کرتی۔

کتاب تقریب الراوی میں سیوطی کے بقول پیغمبراکرم ﷺکی رحلت کے وقت ایک لاکھ سولہ ہزار اصحاب تھے مگر شیعہ کے نزدیک یہ سب فقط پیغمبراکرم ﷺ کی صحبت اور آپ کی زیارت سے عادل نہیں ہو جائیں گے، ان میں سے بھی دوسرے لوگوں کی طرح بعض عادل ہوں گے اور بعض فاسق ۔

آیت شریفہ

{ إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُو}

(حجرات :7)

یہ آیت ولید بن عقبہ صحابی کے بارے میں ہے اور واضح کرتی ہے کہ سب اصحاب کو عادل جاننا ایک افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ۔ اہلسنت کی سب تفاسیر اس شخص سے مراد ولید

(الدر المنثور:88/6و89؛جامع البیان :160/26و161؛اسباب النزول :261؛ تفسیرثعلبی :77/9 ؛ تفسیر قرطبی :105/14)

کے ہونے پر اتفاق کرتی ہیں ۔ ابن عبدالبر نے واضح کہا ہے کہ اس فاسق سے مراد ولید ہے

(الاستیعاب :155/4)

وہی ولید جو خلیفہ سوم کے زمانے میں کوفہ کا والی تھا، جس نے شراب پی کر مسجد میں صبح کی چار رکعت پڑھائیں ،جب لوگوں نے اعتراض کیا تو کہا:آج میں بہت خوش ہوں اگر چاہوں تو چھ رکعت پڑھا دوں۔

(استیعاب :1552/4؛امتاع الاسماع :217/13)

اسی طرح سورہ جمعہ کی آیت 11 :

{ وَ إِذَا رَأَوْاْ تجِارَةً أَوْ لهَوًا انفَضُّواْ إِلَيهْا وَ تَرَكُوكَ قَائمًا}

پیغمبر ﷺ مسجد مدینہ میں نماز جمعہ میں مشغول تھے کہ اچانک تاجروں کی آوازیں سنائی دیں جو کہ پیسے میں مشغول تھے۔بارہ لوگوں کے علاوہ سب صحابہ پیغمبر ﷺ کو چھوڑ کر مسجد سے چلےگئے حالانکہ پیغمبر ﷺ نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھےجبکہ سب جانتے ہیں کہ خطبہ نمازجمعہ، نماز کا حصہ ہے۔آیا ایسے اصحاب عادل تھے؟

(احیح بخاری :225/1؛ صحیح مسلم :10/3)

صحابی پیغمبر ابا قدامہ بن مظعون نے شراب پی تو اس کو خلیفہ دوم کے پاس لےگئے،خلیفہ نے اس پر شراب کی حد جاری کی ،یہ ان اصحاب میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک تھے ۔

بعنوان نمونہ:عبدالرحمن بن عمر صحابی پیغمبر ﷺ اور خلیفہ دوم کےبیٹے کو دو بار شراب کی حد جاری ہوئی۔

(سنن الکبری؛ بیھقی:312/8؛المصنف؛عبدالرزاق:233/9؛تاریخ بغداد :75/3)

عقبہ بن حارث اصحاب بدر سے تھا جس پر خلیفہ دوم نے حد جاری کی

(سنن الکبری؛ بیھقی:312/8؛المصنف؛عبدالرزاق:233/9؛تاریخ بغداد :75/3)

ابو محجن ثقفی نے سات بار شراب پی اور اس پر حد جاری ہوئی،

(البدایہ والنہایہ :57/7؛تاریخ طبری:397/3 الکامل فی التاریخ:124/2)

ولیدبن عقبہ نے شراب پی کر صبح کی چار رکعتیں پڑھا دیں اور اس پر حد جاری ہوئی ،

(استیعاب :1552/4 ؛ امتاع الاسماع :217/13)

حتی پیغمبراکرم ﷺ کے زمانے میں چند اصحاب آپ کے حکم سے سنگسار ہوئے یا ہاتھ کاٹے گئے۔

شیعہ کے نزدیک نہ ہی سب اصحاب فاسق ہیں اور نہ ہی سب عادل صحابہ میں سے کچھ عادل ،عالم ، فاضل اور با وفا تھے۔

انہوں نےپیغمبر ﷺ کی رکاب میں جنگیں لڑیں اور شہید ہوئے اور بعض پیغمبرﷺ کی وصیت کے مطابق امیرالمومنین علیہ السلام کی رکاب میں بھی تھے اسی طرح مرحوم شیخ طوسی نے اپنی رجال میں سات سو(۷۰۰) سے زیادہ اصحاب کے نام لکھے ہیں اور ان کی عدالت پر یقین رکھتے تھے ۔

بیعت رضوان اور عدالت صحابہ

اہلسنت بیعت رضوان والے واقعہ سے استناد کرتے ہوئے سب اصحاب رسول کی عدالت کے قائل ہیں یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ صلح حدیبیہ کے وقت کچھ مسلمانوں نے ایک درخت کےنیچے پیغمبراکرم کی بیعت کی اور اس کے بعد یہ بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی،جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

{إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ الله}

(فتح:10)

{ لَّقَدْ رَضِيِ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تحَتَ الشَّجَرَةِ}

(فتح:18)

بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہدرحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں،یقینا خدا صاحبان ایمان سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کےنیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص سے خدا راضی ہو اور پھر وہ منحرف ہو جائے۔ اس بیعت میں ابوبکر،عمر،عثمان،خالد بن ولید اور جیسے دوسرے لوگ شامل تھے، جبکہ شیعہ اس استدلال کے جواب میں کہتے ہیں اولا:یہ آیت فرما رہی ہے

{لقدرضی اللہ عن المومنین}

خدا مومنین سے راضی ہو گیا

اس بنا پر رضایت خداوند ایمان کے ساتھ مقیّد ہےاگر قید، منتفی ہو جائے تو مقید بھی منتفی ہو جائے گا

ثانیا: اس آیت میں رضایت کو اذ ظرفیۃ کے ساتھ مقیّد کیا ہے۔یعنی آیت یہ بیان کر رہی ہے کہ جس وقت انہوں نے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی اس وقت خدا ان سے راضی ہو گیا۔اس لیے کہ بیعت سے پہلے یا بعد میں بھی خدا ان سے راضی ہو مشروط ہے کہ یہ لوگ اس سعادت کو محفوظ رکھیں۔

اہلسنت کے بہت بڑے علما ابن کثیر،طبری ا ورسیوطی کہتے ہیں بلعم بن باعورا کا مقام معنوی اس قدر بلند تھا کہ خدا نے ا سے اسم اعظم عطا کیا تھا قرآن بھی اس بارے میں فرماتا ہے:

{وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِى ءَاتَيْنَاهُ ءَايَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا}

(اعراف:175)

اور انہیں اس شخص کی خبر سنایے جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا کیں اور پھر وہ ان سے بالکل الگ ہو گیا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت رضوان میں شامل لوگوں سے بلعم بن عورا کا مقام زیادہ تھا کیونکہ اس کے پاس اسم اعظم تھا ۔مگر

{ فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَنُ فَكاَنَ مِنَ الْغَاوِين }

(اعراف:175)

اورشیطان نے اس کا پیچھا پکڑ لیا تو وہ گمراہ ہو گیا

نتیجہ یہ ہوا کہ اگر خدا وند کسی سے راضی ہو اور اس وقت اظہار رضایت کرے تو یہ رضایت اس وقت تک

مفید ہے جب تک وہ اس سعادت کو ضایع نہ کرے کیونکہ بہت سے لوگ عالی مرتبہ تھے پھر بعد میں گمراہ ہو گئے۔

مثلا عبداللہ بن ابی صرع،صحابی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پہلا کاتب وحی بھی تھا لیکن کچھ عرصے بعد مرتد ہو گیا اورپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاق اڑانے لگا یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ پر فرمایا :کچھ لوگ اگر پردہ کعبہ کوبھی تھامے ہوئے ہوں تو ان کی گردن کاٹ دو اور عبداللہ بن عمر انہی میں سے ایک تھا۔

حتیٰ کہ خدا نے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سب سے افضل ہیں کو فرمایا:

{ لَئِنِ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُک}

(زمر:65)

اگر تم شرک اختیار کرو گے تو تمہارے تمام اعمال برباد کردیے جائیں

وہ آیات اورجو صحابہ کے بارے میں نازل ہوئیں ان کو شیعہ بھی قبول کرتے ہیں مگر کتنے اصحاب نے اس مقام کو محفوظ رکھا اور اپنی عدالت پر باقی رہے اس میں غوروفکر کی ضرورت ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں "حدیث حوض" کے نام سے ایک حدیث جو پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ،

یَرِدُعلیَّ یَوم القیامة رهط مِن اصحابی فآقول یا رب اصحابی،فیقول انّک لا علم لک بما احدثوا بعدک، انهم ارتدّوا علی ادبارِهم اقهقری ،

(صحیح بخاری:208/7؛شواهد التنزیل:284/1)

قیامت کےدن میرے کچھ اصحاب کو آتش جہنم کی طرف لے جائیں گے ۔میں سوال کروں گا کہ ان کو کہاں لے جا رہے ہیں کہیں گے جہنم کی طرف میں پوچھوں گا کہ انہوں نے کیا کیا ہے تو کہیں گے: یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھےاورجاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے ۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بخاری نے کہا:کہ ان میں سے بہت کم تعداد(جتنی کہ ایک ریوڑ سے بھیڑیں جدا ہوتی ہیں)نجات پائے گی۔

عائشہ کہتی ہے:

لما قبضَ رسول الله ارتدَّ العربَ قاطبة

رحلت پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام عرب مرتد ہو گئے ۔

(البدایه والنهایه :336/6؛تاریخ مدینه دمشق:316/30)

وہابی شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ پیامبرکے بعد چھار لوگوں کے علاوہ باقی سارے مرتد ہوگئے تھے ،یعنی پیغمبر کی تئیس سالہ زحمت کا نتیجہ فقط چھارہ لوگ تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کہتے ہیں چھار لوگ،ام المومنین عائشہ کہتی ہے: سب مسلمان مرتدہوگئے تھے۔البتہ شیعہ کے نزدیک ارتداد سے مراد ایمان سے ارتداد نہیں بلکہ پیامبر کے دستورات کی مخالفت ہے۔)

خلیفہ دوّم کے زمانے میں جب کوئی صحابی اس دنیا سے رحلت کرتا جب تک حذیفہ اس کی تائید نہ کرتا کہ یہ منافقین میں سے نہیں ہے اس وقت تک خلیفہ اسکی نماز جنازہ نہ پڑھاتا،کیونکہ شیعہ اور سنی حذیفہ کا رازدارِ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کو مانتے ہیں اور یہ کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ کو منافقین کے نام بتائے تھے۔

(قال ابن کثیر ان عمر ابن الخطابرضی الله عنه:کان اذا مات ممن یری انه منهم نظرالی حذیفه و ان صلی علیه و الاترکه ؛تفسیر ابن کثیر:399/2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام میں کوئی بھی سب اصحاب کے عادل ہونے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔اور یہاں تک کہ بعض صحابہ فاسق اور منافق تھے۔

حدیث ثقلین کی جانچ پرتال

حجۃالوداع کے اکثر خطبوں میں بیان ہونے والی احادیث میں سے ایک حدیث، حدیث ثقلین ہے ، اھل سنت اور شیعہ کی کتابوں میں تقریباً ایک سو(۱۰۰) روایات اسی مضمون کے بیان ہوئی ہےاور اسی وجہ سے متواترہے اسکے باوجود حدیث ثقلین پر دوسری روایات جو ائمہ علیھم السلام کےبارے میں سب سے زیادہ اشکال ہوئے ہیں خصوصاً آیت

{بلِّغ ما انزِل اِلیک}

(مائدہ ۱۸)

میں شبھہ وارد ہوا ہے حدیث غدیر کے بارے میں سولہ۱۶ شبھات اور اشکال وارد ہوئے ہیں اور آیۃ کمال کے بارے میں بھی صرف تئیس۲۳ ،اشکال وارد ہوئے ہیں

مگر حدیث ثقلین پرتقریباً ایک سو اڑتالیس۱۴۸ ، اشکال وارد ہوئے ہیں

اسی لیے مرحوم آیۃ ---العظمیٰ بروجردی بہت اصرار کرتے تھےکہ جب بھی ولایت کے بارے بحث ہو تو حدیث غدیر یا حدیثِ منزلت یا اِنذار--- کی بجائے بحث کو حدیث ثقلین سے شروع کریں

صحیح مسلم میں بھی حدیث ثقلین ہے لیکن افسوس کےساتھ اس میں قرآن کےبارےتووضاحت کی گئی ہے لیکن اھل بیت علیھم السلام کےبارےمیں کوئی وضاحت نہیں کی گئی فقط بیان کیا گیا:

و أهل بيتي ، أذَكِّرُكُمُ الله في أهل بيتي ، أذَكِّرُكُمُ الله في أهل بيتي ، أذَكِّرُكُمُ الله في أهل بيتي

(صحیح مسلم:123/7)

ابن حجر ھیثمی نےکتاب الصواعق المحرقہ میں لکھا ہے

(ابن حجر ہیثمی، مفتی مکہ مکرمہ،وفات ۹۷۴ھ اس اپنی کتاب شیعہ عقائد کے ردّ میں لکھیں کتاب کے مقدمہ میں کہتا ہے :میں دیکھا شیعہ مذہب اطراف مکہ میں پھیل رہا ہے تو اس لئے ان کے مقابلے میں یہ کتاب لکھی)

کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سےمقامات پر حدیث ثقلین بیان فرمائی ہے۔ جنگ حنین کے بعد طائف سے واپسی پر، روزِ عرفہ میں،غدیر کے دن،مسجدالنبی میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض تھے اور زندگی کے آخری لحظات میں بھی بیان فرمائی:

انّ لحدیث التسک بھما طُرُقا کثیرا وردت مِن نیف و عشرین صحابیا

(صواعق المحرقہ:124)

پھر لکھتا ہے حدیث ثقلین کو بیس ۲۰سے زیادہ اصحاب نے نقل کیا ہے،بہت سارے بزرگان اہل سنّت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حدیث ثقلین میں صحیح عبارت یہ ہے ،

{کتاب اللہ و عترتی}

(ناصر الدین البانی جو علماً معاصر وہابی ہے جس کو بخاری دران کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہےاور سعودی عرب کے مفتی اعظم بن باز اسے امام حدیث گردانتے تھے،وہ حدیث کتاب اللہ و عترتی کو صحیح شمار کرتے تھے۔

(صحیح لجامع الصغیر :217/2؛مجمع الزوائد:170/1؛صواعق المحرقہ:122بعض روایات میں انّی تارک فیکم خلیفتین کِتاب اللہ و عترتی بھی آیا ہےمسند احمد :189/5؛مجمع الزوائد:170/1)

یہ حدیث درج ذیل دلائل کی بنا پر بہت اہمّیت کی حامل ہے ۔

۱- حدیث ثقلین میں قرآن و عترت ایک دوسرے کے مقابل اور برابر ہیں جس طرح قرآن تا روزِ قیامت باقی ہے اسی طرح عترت بھی باقی ہے اگر ایک دن قرآن ہو اور عترت نہ ہو تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جھوٹا ہے(نعوذباللہ) کیونکہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

(لن یفترقا)

یہ عقیدہ فقط شیعوں کی تائید کرتا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ امام زمان علیہ السلام قیدِ حیات میں ہیں اور آئمہ طاہرین(علیہم السلام) میں سے ہیں جس طرح قرآن میں خطا اور اشتباہ نہیں اسی طرح عترت علیہم السلام بھی معصوم عن الخطا ہیں۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امّت پر اپنی عترت کےساتھ تمسک واجب کیا ہے کیونکہ جس طرح قرآن کی پیروی گمراہی سے بچاتی ہے اسی طرح اطاعتِ اہلبیت (عترت) بھی گمراہی سے بچاتی ہے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کےاس حکم سے پتہ چلتا ہے کہ آئمہ (علیہم السلام) بھی

قرآن کی طرح معصوم ہیں کیونکہ اگر معصوم نہ ہوں توغلط دستور دیتے جو امت کی گمراھی کا سبب بنتا اور اس طرح یہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے مخالف ہوجاتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر اہلبیت(ع) سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے ۔ شیعہ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عترت کوقرآن کیساتھ قرار دیا ہے جس طرح عترت قرآن کے بغیر موجب گمراہی ہے اسی طرح قرآن بھی عترت کے علاوہ موجب ضلالت ہےجو بھی ان دونوں سے تمسک رکھے گا اس نے صحیح راستہ پا لیا اور ہر قسم کے انحرافات اور گمراھی سے نجات پا گیا لیکن افسوس کیساتھ علما اہل سنّت اپنی تقاریر میں صحیح مسلم میں یہ جملہ کتاب اللہ و عترتی اور اہل سنت کی پانچ سو(۵۰۰) کتابوں میں ذکر ہونے کے باوجود کتاب اللہ وسنّتی کہتے ہیں اورکتاب اللہ و عترتی کانام نہیں لیتے حالانکہ یہ جملہ (کتاب اللہ وسنتی)اہلسنت کی کسی بھی معتبر مصادر میں نہیں ہے یہ فقط موطا مالک

(مالک بن انس نے منصور دوانقی کےحکم سے اپنی کتاب موطا لکھی،منصور نے اس شرط کے ساتھ مالک کو اس کتاب کے لکھنے کی اجازت دی کہ اس میں کہیں بھی حضرت علی علیہ السلام کا نام یا ان سے کوئی روایت ذکر نہ ہو ۔)

مرفوع اور مرسل ذکر ہوئی ہے

(حدیث مرفوع وہ حدیث ہے جس میں راویوں کی سند کا سلسلہ حزف ہو اور معلوم نہ ہو کہ یہ حدیث کس سے مروی ہے۔)

اور روایت مرفوع اہلسنت کے نزدیک معتبر نہیں ہے اسکے باوجود یہی بیان کرتے ہیں

یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ نبی مکرم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت سے مراد کون ہیں ؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہنا ضروری ہے کہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان اہل بیت کے مصداق کے بارے میں اختلاف ہے۔

شیعہ اورکچھ علما بزرگ اہل سنت کےنزدیک اہل بیت سے مرادفقط ، امام علی، جناب فاطمہ زہرا، امام حسن، امام حسین علیہم السلام ہیں مگر بہت سارے اہل سنت یا تو تمام بنی ھاشم کو اہل بیت کا حصہ یاحد اقّل زوجات پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل بیت کا حصہ سمجھتے ہیں اس موضوع کی تحقیق سے پہلے سورہ احزاب کی وہ آیات جو اہل بیت کے متعلق ہیں انکی تحقیق کرتے ہیں اس سورہ میں آیت اٹھائیس (۲۸) سے (۳۳)تک زوجات پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے

" { يَأَيهُّا النَّبىِ‏ قُل لّأِزْوَاجِكَ إِن كُنتنَُّ ترُدْنَ الْحَيَوةَ الدُّنْيَا وَ زِينَتهََا فَتَعَالَينْ‏َ أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا(28)

وَ إِن كُنتنَُّ ترُدْنَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ الاَخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا(29)

يَانِسَاءَ النَّبىِ‏ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَعَفْ لهََا الْعَذَابُ ضِعْفَينْ‏ِ وَ كاَنَ ذَالِكَ عَلىَ اللَّهِ يَسِيرًا(30)

وَ مَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ تَعْمَلْ صَلِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَ أَعْتَدْنَا لَهَ رِزْقًا كَرِيمًا(31)
يَنِسَاءَ النَّبِىِ لَسْتنُ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتنُ فَلَا تخضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِى فىِ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا(32)
وَ قَرْنَ فىِ بُيُوتِكُنَّ وَ لَا تَبرَّجْنَ تَبرَّجَ الْجَهِلِيَّةِ الْأُولىَ وَ أَقِمْنَ الصَّلَوةَ وَ ءَاتِينَ الزَّكَوةَ وَ أَطِعْنَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ(٣٣) إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكمُ تَطْهِيرً }

انہی آیات سے معلوم ہوجاتاہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں اہلبیت میں شامل نہیں ہیں کیونکہ اٹھائیس۲۳ آیت سے لیکر تئیس تک سب ضمیریں جو زوجات کے بارے میں آئیں وہ جمع مونث ہیں لیکن جب اہل بیت کا ذکرہوا توجمع مذکرکی ضمیراستعمال ہوئی ہے جسکی وجہ سےپتاچلتاہے کہ زوجاتِ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت میں شامل نہیں ہیں اسی طرح زوجات پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ(۸)یا نو(۹)گھروں میں رہتی تہیں ۔ اسی لیےجب بھی قرآن میں انکے بارے میں ذکر ہوا کلمہ (بیوت)(بیت)گھرکی جمع استعمال ہوا ہے لیکن جب بھی اہل بیت کا ذکرہوامفرد(بیت)استعمال ہواہے اسلیے اگر خداوند کی اہل بیت علیہم السلام سےمراد زوجاتِ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہوتی تو کلمہ اہل البیوت جمع ذکرہوتا جس طرح گذشتہ آیات میں

{ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ }

آیا ہے۔ صحیح مسلم میں عائشہ سے منقول ہے کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص)نے حضرت علی، حضرت فاطمہ ، حسن ، حسین(علیھم السلام) کو عبا کےنیچے جمع کیا اور فرمایا

(اللهم هؤلاء أهل بيتي { إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا }

(صحیح مسلم:130/7)

دوسری روایت امّ سلمہ سے منقول ہےکہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو نبی مکرّم (ص) نے ان چار انوار کو عبا کےنیچے جمع کیا تو میں نے عرض کیا

(یا رسول الله ، ما أنا من أهل البيت ؟ قال لا،و أنت مِن أزواج النّبى

(سنن ترمذی:31/5)

اے اللہ کےرسول (ص) کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں ؟ تو آپ(ص) نے فرمایا نہیں تم بہت نیک ہو زوجاتِ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہو ۔ حتیٰ ایک روایت میں امّ سلمہ کہتی ہیں

فرفعت الكسا, لأدكل معهم ،وقال : إنك على خير

(مسند احمد:304/6؛معجم کبیر:26/9)

"میں عبا کو پکڑ کرحضرت زہرا، حضرت علی، امام حسن، امام حسین علیھم السلام، کیساتھ چادر میں جانا چاہتی تھی مگر رسول اکرم ﷺنے فرمایا"تم اچھی ہولیکن اہل بیت کاحصہ نہیں ہو اورچادرمیں آنے کا حق نہیں رکھتی ،اسکےعلاوہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے پیغمبراکرم ﷺسے پوچھا کیا میں اہل بیت میں شامل ہوں؟ تو حضرت نے فرمایا "نہیں" یہ روایت اکثر زوجات پیغمبراکرم ﷺسے نقل ہوئی ہے

(نظم درر السمطین:133)

اگر تاریخ اسلام، تفاسیرکتُب روائی کیطرف مراجعہ کریں تو ہمیں پتہ چل جائے گا کہ زوجات پیغمبراکرم ﷺ میں سے کسی نے بھی اہل بیت میں شامل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اگر ہم انکو اہل بیت میں شامل کرنے کے درپے ہیں۔

اسکے علاوہ آیت تطہیر میں فرمایا گیا ہے کہ " خداوند نے ارادہ کیا ہے کہ رجس و پلیدی کو آپ سے دور رکھے۔

اس لیےیہ آیت عصمت اہل بیت پردلالت کرتی ہے اورپنجتن علیھم السلام کے علاوہ کسی نے بھی عصمت کا دعویٰ نہیں کیا یہاں تک کہ اہل سنت میں سے کسی نے بھی پیغمبراکرم ﷺ کی بیویاں یا دیگر بنی ہاشم کے بارے میں عصمت کا دعویٰ نہیں کیا۔

کتاب تفسیر طبری میں اس آیت کے ذیل میں تقریباً اکیس (۲۱) روایات لائی گئی ہیں جن میں سے انیس روایات میں اہل بیت کو پانچ نور پاک میں منحصر کیا گیا ہے البتہ اس کتاب میں دو روایتیں ضعیف ہیں جن کے راوی مشہور کذّاب ،وضّاع اور زندیق تھے ، ان سے نقل کیا گیا ہے کہ زوجات پیغمبراکرم ﷺ بھی اہل بیت میں شامل ہیں ۔

(جامع البیان:13-9/22)

تفسیر الدرالمنثور میں چوبیس روایات لائی گئی ہیں جن میں بائیس روایات میں اہل بیت پنج تن کو کہا گیا ہے اور دو روایتوں میں زوجات پیغمبراکرم ﷺ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(الدرالمنثور:199-198/5)

اسی طرح تفسیرابن کثیر میں دس(۱۰) میں سے نو(۹) روایات میں اہل بیت فقط ،امیرالمومنین ، صدیّقہ طاہرہ ، امام حسن ، اور امام حسین علیھم السلام کو کہا گیا ہے ۔

(تفسیر ابن کثیر:494-491/3)

سوال{ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں نے پیغمبراکرم ﷺ کے آخری سفر میں کیوں مخالفت کی اور اس سے پہلے کسی نے بھی مخالفت کیوں نہیں کی ؟

جواب { اسکے جواب میں یہ کہنا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے پیغمبر ﷺ کے اردگرد کے لوگوں کو چار دستوں میں تقسیم کیا ہے ۔

(مدثر:31)

ا۔ کفار:یہ افراد مشخص تھے اور سب ان کے بارے میں جانتے تھے۔

۲ ۔ اہل کتاب:یہودی اور مسیحی: یہ بھی مشخص تھے جن کے بارے میں سب جانتے تھے۔

۳ ۔ مومنین: یہ گروہ بھی مشخص تھا۔

۴ ۔ والذین فی قلوبھم مرض: اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ یہ لوگ کون تھے؟

بعض فی قلوبھم مرض سے مراد منافقین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

فخررازی نے اس نظریہ کے بارے میں کہا کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اس وقت کوئی بھی منافق نہیں تھا کیونکہ منافق وہ ہیں جو ڈر کی وجہ سے اپنے اندرونی حقائق کا اظہار نہیں کرتے ۔

اور اسوقت مکہ میں مسلمانوں کے لیے اقتدار اور حکومت نہیں تھی اس لیے خوف کی کوئی دلیل نہیں ۔پس فی قلوبھم مرض ،، سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہرا پیغمبراکرم ﷺ پر ایمان لائے مگر باطنا شاکین میں سے تھے۔لیکن منافق کون تھے؟

(تفسیر کبیر:132/2)

بطور مثال جنگ احد میں پیغمبرﷺ کچھ لوگوں کو پہاڑ پر معین کیا اور ان کو فرمایا: جنگ کے اختتام تک ادھر ہی رہنا۔لیکن جب انہوں نے لوگوں کو مال غنیمت جمع کرتے ہوئے دیکھا تو پیغمبراکرم ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے پہاڑ سےنیچے اتر آئے،

خالد بن ولید کی کمانڈ میں دشمن نے وہاں حملہ کیا اور مسلانوں کو محاصرہ میں لے لیا اسی لیے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بہترین وفادار اسلام مثل حضرت حمزہ سید الشہدا شہید ہوئے۔

یہ صحابہ کی پیغمبراکرم ﷺ کے فرمان کی واضح مخالفتوں میں سے ایک ہے۔

صلح حدیبیہ میں بھی یہی مخالفت تھی بعض مسلمانوں نے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل دکھانے کا سبب بنے۔ اسی طرح جنگ خیبر، جنگ خندق، جنگ احزاب میں بھی بعض اصحاب نے آپ کی مخالفت کی ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو حملہ کا حکم دیا تو اس نے کہا میں ڈرتا ہوں عمر کو کہا تو اس نے بھی یہی کہا دوسروں کوحکم دیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کے علاوہ کسی نے بھی پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہیں کی تاکہ دشمن کے سامنے ثابت قدم رہ سکیں۔ جنگ حنین میں مسلمان دس ہزار(۱۰۰۰۰)سے بھی زیادہ تھے پیغمبراکرم کو کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے ،صرف بارہ لوگ باقی راہ گئے جو حضرت علی علیہ السلام کی سر براہی میں تھے۔

حدیث قرطاس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ائتوني بقلم و كتف حتى أكتب لكم كتابا، لن تضلوا بعدى،فقال عمر بن الخطاب : إن الرجل قد غلبه الوجع

(صحیح بخاری: 37/1و31/4؛صحیح مسلم:75/5و76)

قلم اور دوات لے آوٴ تا کہ تمہارے لیے پروانہ نجات لکھ دوں تاکہ میرے بعد گمراہ نہ ہوں۔عمرا بن خطاب نے کہا پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اس لیے ہزیان کہ رہے ہیں۔ جبکہ قرآن میں ہے:

{وَ مَا ءَاتَئكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ}

(حشر:7)

مسلمانوں نےکس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا جواب دیا۔آنحضرت کے گھر میں اس طرح شور شرابہ شروع کیا کہ رحمۃ اللعالمین نے ان کواپنے گھرسے نکال دیا اور فرمایا:

قوموا عنّى،،

(مسند احمد:324/1)

میرےگھر سے نکل جاوٴ۔ یہ اصحاب کی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کے وہ نمونے ہیں جو حجۃ الوداع سے پہلے رونما ہوئے۔

دوسری فصل

خطبہ غدیر پر ایک نظر

حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم میں حضرت کا خطبہ اہم ترین خطبوں میں سے ہے ۔اس خطبہ کے متعلق بحث کرنے سے پہلے چند نکات کا ذکر کرنا ضروری ہے ۔

اہلسنت کے تمام مصادر میں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غدیر کے دن کے خطاب کو خطبہ غدیر سے یاد کیا گیا ہے۔خطبہ اور حدیث میں فرق یہ ہے کہ ایک چھوٹا جملہ جو چند کلمات پر مشتمل ہےاس کو حدیث کہتے ہیں جبکہ ایک طولانی گفتگوجو منبر یا بلند مقام پر جاکر کی جائےاور جس کا آغاز حمدو ثنا الٰہی سے ہو اس کوخطبہ کہتے ہیں۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کے باوجود اہل سنت کی کتابوں میں خطبہ غدیر مکمل نقل نہیں ہوا ۔ اس میں سے فقط ایک یا دو سطر کو لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ صحیح بخاری جو کہ اہلسنت کی بنیادی ترین کتاب ہے جسے وہ قرآن کے بعد صحیح ترین جانتے ہیں ، با وجود اس کے کہ اس واقعہ کا پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاندار اہتمام ، ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو جمع کرنا اور ایک لاکھ بیس ہزار اصحاب کی روایت کے باوجود، صحیح بخاری میں واقعہ غدیر کا ذکر نہی ہے

جبکہ اسی شخص نے تاریخ صغیر میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ صحیح مسلم میں بھی اس کو کاٹ کاٹ کر دو سطر سے بھی کم ذکر کیا ہے۔

حدیث غدیر کے مجور ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بنی امیہ حکومت سنبھالتے ہی نورولایت خصوصا واقعہ غدیر کو خاموش کرنے کے درپے تھے جیسا کہ اہلسنت کی بعض روایات کے مطابق اموی حکومت کے دوران حدیث غدیر نقل کرنا نہ قابل بخشش گناہ اور بہت بڑا جرم تھا ۔یہاں تک کہ واقعہ غدیر میں جو پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب موجود تھے وہ بھی اس واقعہ کو بیان کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے ۔یہاں پر ا س تلخ حقیقت کے دو نمونوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

عطیہ عوفی کہتا ہے: کہ میں نے زید بن ارقم کو کہا کہ ہمارے داماد کا کہنا ہے کہ آپ واقعہ غدیر میں موجود تھے ،ہمیں بھی بتائیں کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں کیا فرمایا؟ زید نے کہا:

أنّکم مَعشَرَ أهل العراق فیکم ما فیکم، فَقُلتُ له لَیسَ علَیکَ منّی بأس

(مسند احمد:368/4)

تم عراقی عجیب انسان ہو!

تمہارے سامنے ہر بات نہیں کی جاسکتی

تو میں نے کہا: میری طرف سے آپ مطمٔن رہیں میں حکومتی کارندہ نہیں ہوں۔

دوسرا نمونہ یہ ہےکہ راوی کہتاہے اہلسنت کےمشہورفقیہ شھاب الدین زھری کوحدیث غدیرنقل کرتے ہوئے دیکھا بہت ڈرتے ہوئے ان کے پاس پہنچا اور کہا :

لاتحدّث بهذا بالشام و أنتَ تَسمَعُ مَلءِ أذنَیکَ سبُّ علِی،

(اسد الغابة :308/1)

شام میں یہ حدیث لوگوں کےسامنے بیان نہ کروحالانکہ آپ نے خود لوگوں کو علی علیہ السلام پر سب وشتم کرتے سنا ہے۔

بہت سے ایسےنمونے ہیں جن میں سے دو کا ذکرہواہے جن سےمعلوم ہوتاہےکہ صحابہ اور تابعین،حدیث غدیرکو بیان کرنے سے کس طرح ڈرتےتھے۔یہ وحشت فقط خاندان امیہ ،بالخصوص معاویہ کی طرف سے تھی جنہوں نے نور ولایت کو خاموش کرنے اور لوگوں کو امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت سے منحرف کرنے کی پوری کوشش کی۔

صرف کتاب معجم طبرانی ایسی ہے کہ جس میں واقعہ غدیر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، سیرہ حلبی نے بھی اس خطبہ کو اس سے نقل کیا ہے جو کہ ایک صفحہ سے بھی کم ہے،جبکہ مرحوم طبرسی نے احتجاج میں اسی خطبہ کو چالیس صفحہ سے بھی زیادہ نقل کیا ہے

اس خطبہ کے مختلف پہلوؤںسے معلوم ہوتا ہے کہ کہ پیغمبرﷺ کو کس حد تک امر ولایت اور اپنے بعد جانشینی کے مسألہ پر تشویش تھی۔ پیامبراکرمﷺ جانتےتھے کہ ان کی شریعت خاتم شریعت ہے اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔دوسرا دین اسلام ، دین جاودانی ہے جو قیا مت تک زمین پر پائدار ہے، اس شریعت کے استحکام اور عدم تغییر و انحراف کے لیے کسی ایسے شخص کا تعارف ضروری ہے جو اس شریعت کی حفاظت کرے اس لیے غدیر خم کے دن آپ ﷺ نے واضح اور شفاف خطبہ غرا ارشاد فرمایا ۔

اہلسنت کی معتبر کتابوں میں حدیث غدیر

صحیح مسلم میں نقل ہے کہ زید بن ارقم سےحدیث غدیر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بڑھاپے کا عذر پیش کیا اور کہا کہ بہت عرصہ پہلے سنا تھا جو کہ ابھی ذہن میں نہی ہے۔ راوی کہتا ہے جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو کہا: پیغمبراکرم ﷺ نے

مکہ اور مدینہ کی راہ میں غدیر خم کے مقام پر ہمارے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد و ثنا الٰہی کی اور مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔

قَال أما بَعد ایهاالنَاس فَاِنَّما أنا بَشَر یُوشَکَ أن یأتِی رسُولُ رَبّی و أنا تارِک فیکُم الثَقَلَین اوّلهما کِتابَ الله، فیه الهدی و النّور، فَخُذُوا بِکِتابِ الله وَاستَمسَکُوا به فَحَثَّ علی کِتاب الله و رَغِبَ فیه ثُمَّ قال وَ أهلِ بیتی أذکِرُکُم الله فی أهلِ بَیتی ، أذکِرُکُم الله فی أهلِ بَیتی ، أذکِرُکُم الله فی أهلِ بَیتی

(صحیح مسلم:123/7)

اے لوگو؛بیشک میں ایک بشر ہوں اور قریب ہے کہ میرے پروردگار کا بھیجا ہوا نمائندہ آئے اور میں اسکی دعوت قبول کروں میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ،ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے کتاب خدا کو لے لو اور اسے تھامے رکھو اور پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام نے کتاب خدا پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اور اسکی جانب رغبت دلائی، اس کے بعد یوں فرمایا :

اور دوسرے میرے اہلبیت ہیں اپنے اہلبیت کے سلسلے میں ،تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں ،

اپنے اہلبیت کے سلسلے میں ،تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں ،

اپنے اہلبیت کے سلسلے میں ،تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں ۔

البتہ بعض جگہوں پر یہ عبارت آئی ہے:

أنی تارِک فیکُم الثَقَلَین کِتابَ الله و عِترَتِی، أهلِ بیتی ،أن تمسکتم بِهِما لَن تَضِلُّوا بَعدی و أنَّهما لَن یَفتَرِقا حتی یَرِدا علیَّ الحوض فانظُرُوا کَیفَ تُخَلِّفُونِی فیهما

(سنن ترمذی:329/5؛المعجم الکبیر:180/3)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے،یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آ ملیں۔لہذا یہ دیکھنا کہ تم میرے بعد انکے ساتھ کس طرح کا برتاو کرتے ہو۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حدیث ثقلین جو اتنی وسیع حدیث ،جو کہ اہلسنت کی روایات کی مختلف کتابوں میں اور متعدد طریقوں اور اسناد کے ساتھ بیان ہوئی ہے مسلم نے اسے اپنی صحیحین میں دو لائنوں میں کیوں بیان کیا؟

البتہ کتاب معجم کبیر میں اسی خطبہ سے تقریبا ایک صفحہ ہے وہ کہتے ہیں جب پیغمبر ﷺ خم غدیر میں وارد ہوئے تو جھاڑیوں کوصاف کرنے کا حکم دیا پھر نماز قائم کی نماز کے بعد ایک خطبہ دیا جس کا لب لباب یہ ہے سب سے پہلے فرمایا: کہ انکی زندگی کے آخری ایام ہیں اور یہ آخری خطبہ پیغمبراکرم ﷺ تھا جس طرح ہر کوئی زندگی کے آخری ایام میں وصیت کرتا ہے اور اساسی مسائل کو بیان کرتا ہے پھر فرمایا: یہ کوئی عام پیغام نہی بلکہ میں خدا کی طرف سے اس پیغام کو پہونچانے پر مامور ہوا ہوں اور اس کو پہنچانے سے درگذر نہیں کر سکتا ،میرے اس پیغام کو آگے پہنچانے میں آپ بھی ذمہ دار ہیں۔

پھر فرمایا : میرے بارےمیں آپ کی کیا رائے ہے؟ سب نے شہادت دی کہ آ پ پیغمبراکرم ﷺ ہیں اور رسالت کو بطور احسن انجام دیا۔پھراس واقعہ کی اہمیت بیان کرنے سے پہلے بعض اصول دین کو بیان کیا تاکہ ولایت کو ان مسائل کا ہم رتبہ قرار دیں۔اس کے بعد فرمایا:

أليسَ تشهدُون أن لا اِله اِللهّ؟ وأنّ مُحمدا عَبدُهُ و رَسُولُه وَنَّ جَنّتَهُ حَق و نارَه حق و انّ الموت حق و أنّ البعثَ بَعدَ الموتِ حق؟ قالُوا بَلی، نَشهَدُ بِذلک

کیا خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہو؟ کیا میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ کیا معاد، موت اور بعث بعداز مرگ کی حقانیت کی گواہی دیتے ہو؟ تو لوگوں نے کہا :ہاں ہم سب گواہی دیتے ہیں ۔

پھر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمایا خدایا گواہ رہنا پھر فورا فرمایا: ۔

ایها الناس ان الله مولای و انا مولی المؤمنین و انا أولی بهم من انفسهم، فمن کنت مولاه فهذا مولاه یعنی علیا

(المعجم الکبیر:180/3)

اے لوگو خدا میرا اور سب مومنین کا مولی ہے اور میں تم پر تم سے زیادہ ولایت رکھتا ہوں جس جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں ۔

اس خطبہ میں سب سے پہلے پیغمبراکرم ﷺ نے لوگوں پر اپنی ولایت کو واضح کیا پھر لوگوں سے اصول دین کی شہادت لی۔

پھر فرمایا :

من کنت مولاه فعلی مولاه

اس لیے ولایت علی علیہ السلام نماز، روزہ،حج ،زکوۃ،خمس کےہم پلہ نہیں بلکہ ولایت علی علیہ السلام اصول دین کے ہم پلہ ہے۔پیغمبراکرمﷺ اس کے بعد فرماتے ہیں:

اللّهمّ وال مَن والاه و عاد من عاداه؛

یہ بھی بہت ظریف جملہ ہے جس میں بیان فرماتے ہیں کہ ولایت اور عداوت علی، ولایت اور عداوت خدا ہے۔یہ واضح ہے کہ اگر ایک حاکم حکومتی مسائل میں جتنا بھی توانا ہو ،اگر لوگ اس کو نہ چاہتے ہوں تو وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔

پیغمبراکرمﷺ اس عبارت سے لوگوں کے دلوں میں علی علیہ السلام کی محبت کا بیج بو رہے ہیں اور ان لوگوں کے لیے اعلان کر رہے ہیں کہ مبادا کوئی ایک دن علی علیہ السلام کی مخالفت کا پرچم بلند کرے اور انکی عداوت میں اٹھ کھڑا ہو، اس لیے کہ علی علیہ السلام کی عداوت ،عداوت خدا اور انکی مخالفت،مخالفت خدا ہے۔

اس لیے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے غدیر کے دن ایک حد مقرر کی جس کو عبور کرنا ،حق کے ساتھ دشمنی کے برابر ہے۔جو علی علیہ السلام کی اطاعت کرتے ہیں وہ پیغمبر کی دعا اور خدا کی محبت کے حق دار ہیں۔

لیکن رحلت پیغمبراکرم ﷺ کے بعد علی پر کیا بیتی؟بہت سی روایات میں پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا:

ضغائنُ فِی صُدُورِ قَوم لا یَبدُونَ لَک أَلّا مِن بَعدی

(شرح نھج البلاغہ؛ابن ابی حدید:108/4؛میزان الاعتدال:480/4)

میں لوگوں کے دلوں میں وہ کینہ دیکھ رہا ہوں جو میرے بعد ظاہر ہونے والا ہے

امیر المومنین علیہ السلام خودفرماتے ہیں:

انّ من عهد النبّی الامامی الیّ بِأَنّ الامة ستعذر بِک بعدی،

(شرح نھج البلاغہ؛ابن ابی حدید:107/4)

پیغمبراکرمﷺ نے مجھے فرمایا:یا علی میرے بعد امت آپ سے خیانت کرے گی۔

ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرﷺ کےلیے یہ سب واضح تھا لیکن اتمام حجت اور یہ کہ گمراہان اپنے انحراف اعمال کے لیے توجیہ نہ رکھیں فرمایا:

یا ایها الناس انی فرطکم و انکم واردون الی الحوض و انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین، فانظروا کیف تخلفونی فیهما، فانه قد نبانی اللطیف الخبیر انهما لن ینقضیا حتی یردا علی الحوض

(المعجم الکبیر:180/3؛ سیرہ الحلبیہ: 336/3)

اے لوگو؛ میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا اور جب قیامت کے دن حوض کوثر پر تم سے ملوں گا تو قرآن و عترت کے بارے میں پوچھوں گا کہ کس طرح ان دونوں سے پیش آئے۔خدا وند عالم نے مجھ سے فرمایا:یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔

خطبہ غدیر اس طرح بے نقص اور اسکے مطالب اس طرح واضح ہیں کہ حضرت زہرا سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد مسجد تشریف لائیں اور انصار و مہاجرین سے فرمایا:

أنسيتم قول رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم يوم غديرخم: من كنت مولاه فعليّ مولاه هل ترك أبي يوم غديرخم لأحد عذرا؟

(النزاع و التخاصم:98)

کیا پیغمبر اکرمﷺ کے غدیر خم کے فرمان کو بھول گئے ہو جو آپ نے فرمایا:

جسکا میں مولا ہوں اسکے علی علیہ السلام مولا ہیں۔کیا میرے والد نے کسی کے لیے کوئی عذر باقی چھوڑا ہے۔

پیغمبر اکرمﷺ نے جو فرمایا کیا اس سے بہتر اتمام حجت ہو سکتی تھی؟

لیکن افسوس کیساتھ ہم طول تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ غدیر کے مخالفوں نے اپنی تمام تر کوششوں سے خطبہ غدیر کی توجیہ یا اس کو منحرف کرنے کے لیے بے بنیاد شبہات کے دامن کا سہارا لیا۔

مثال کے طور پر فخر رازی جو اہلسنت کے مشہور اور اہلسنت میں جنکا کوئی ہم پلہ نہیں،جب حدیث غدیر پر پہنچے تو کہا:

ولم يكن علي مع النّبي في ذلك الوقت فأنّه كان باليمن

(نهاية العقول)

حجۃ الوداع میں پیغمبر اکرمﷺ کے ساتھ علی علیہ السلام نہیں تھے بلکہ آپ یمن میں تھے۔

حالانکہ حضرت علی کا حجۃ الوداع میں ہونا صحیح بخاری۔مسلم، سنن ابن ماجہ، سنن ابن داود،اور صحیح ترمذی میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جو میدانِ منی میں قربانیاں کیں ان میں سے کچھ امیرالمومنین علی علیہ السلام یمن سے لائے تھے۔

(صحيح بخاری:149/2؛صحيح مسلم:40/4؛سنن ابن ماجه:1024/2؛سنن ابی داوود:158/2؛سنن ترمذی:216/2)

بہت سے اہلسنت کے علما نے بھی فخر رازی کے اس قول پر اعتراض کیا ،جیسا کہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق المحرقہ جو شیعہ عقائد کے ردّ میں لکھی ہے اس میں کہا:

ولا التفات لمن قدح في صحته ولالمن رده بأن علياًكان باليمن لثبوت رجوعه منها وإدراكه الحج مع النبي

(الصواعق المحرقة:25)

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حدیث غدیر صحیح نہیں،اور جو کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام یمن میں تھے،بے بنیاد ہے کیونکہ علی علیہ السلام کا یمن سے واپس آنا ثابت ہے۔

اسی طرح حنفی مذہب کے ایک بڑےعالم ملا علی قاری نے بھی اسی طرح کہا ہے :

وأبعدَ من ردّه بِأنّ علیاً کان با لیَمَن

(المرقاۃ فی کشف المشکاۃ:568/5؛شرح مواھب:13/7؛شرح مواقف:361/8)

بے بنیاد ترین بات یہ کہنا ہے کہ علی علیہ السلام حجۃ الوداع میں نہ تھے بلکہ یمن میں تھے۔

بعض نے کہا ہے اگرچہ حضرت علی علیہ السلام مکہ میں تھےلیکن حدیث غدیر صحیح نہیں اور یہ ضعیف ہے۔ اس شبہ کے جواب میں اہلسنت کے ایک بہت بڑے فقیہ کے اس قول پر اکتفا کریں گے۔

اِن لَم یَکُن معلوما، فَما فی الدّین مَعلوم

(ھدایۃ العقول:30/2؛الغدیر:314/1)

اگر حدیث غدیر صحیح نہیں تو اسلام میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔

جنہوں نے بھی حدیث متواتر کے بارے میں لکھا ،اگر وہ اسکی مثال میں دو روایت لکھنا چاہیں تو یقیناً ایک حدیث غدیر ہو گی۔اہلسنت کے بہت سےعلماء،حدیث غدیر کو متواترمانتے ہیں۔علم رجال میں اہلسنت مضمون حدیث غدیر،بمنزلہ نصّ قرآن ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔یعنی اگر کسی نے حدیث متواتر میں شک کیا تو گویا اس نے قرآن کی آیات میں شک کیا۔

بعض لوگوں نے خطبہ غدیر کے بارے میں ایک شبہ یہ بھی کیا ہے کہ امام علیہ السلام کے سفریمن میں ان کےساتھ آنے والوں نے حضرت کی شکایت کی ۔تو پیغمبراکرم ﷺ کا خطبہ غدیر حضرت علی علیہ السلام کی دلجوئی کےلئے تھا۔

ماجرا کچھ اس طرح ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام حجۃ الوداع سے پہلے زکواۃ کی جمع آوری کے لیے یمن تشریف لے گئے تو یمن سے واپسی پر بعض اصحاب نے بیت المال میں سے اپنے شخصی استفادہ کےلیئے زکواۃ لی، جب امام کو معلوم ہوا تو آپ ناراض ہوئے اور ان پر سختی کی ،ان سے لباس اتروا لیے اور اونٹوں سے اتروا دیا اور فرمایا:تم لوگ بیت المال سےاستفادہ کا حق نہیں رکھتے۔ یہ سختی صحابہ پر گراں گذری اس لیے پیغمبراکرم ﷺ کے پاس آکرآپ علیہ السلام کی شکایت کی ۔

بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ علی علیہ السلام سے رنجیدہ ہیں اور اپنے سینوں میں کینہ اور بغض رکھتے ہیں تو مسلمانوں کو غدیر میں جمع کیا اور

فرمایا:اے لوگو!

علی علیہ السلام سے ناراض نہ ہوں وہ بہت نیک ہیں اگر سختی کرتے ہیں تو دینی مسائل کی خاطر۔اس شبہ کی اصل،ابن کثیر کی یہ عبارت ہے جس میں کہتا ہے:

والمقصود أن عليا لما كثر فيه القيل والقال من ذلك الجيش بسبب منعه إياهم استعمال إبل الصدقه واسترجاعه منهم الحلل ... لما رجع رسول الله صلي الله عليه و سلم من حجته وتفرغ من مناسكه ورجع إلي المدينه فمر بغديرخم قام في الناس خطيبا فبرأ ساحه علي ورفع من قدره ونبه علي فضله ليزيل ما وقر في نفوس كثير من الناس ..

حدیث غدیر سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی سختی اور لوگوں کے تن سے لباس اتارنے اور ان سے اونٹ واپس لینے کے بارے میں بہت سی باتیں ہو رہی ہیں تو لوگوں کو غدیر خم میں جمع کیا اور حضرت کی فضیلت بیان کی تا کہ لوگوں کے دلوں سے بغض علی علیہ السلام نکل جائے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے سفرِ یمن کی حقیقت

امیر المومنین علیہ السلام کے سفر یمن کے بارے میں بہت سے مطالب ذکر ہوئے ہیں ۔آپ حیات پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تین بار یمن تشریف لے گئے ایک بار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سرزمین قبیلہ ہمدان کو فتح کرنے کے لیے گئے ۔ آپ سے پہلے خالد بن ولید لشکر اسلام لے کر گیا اور چھے مہینہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن کسی نے اسلام قبول نہ کیا ۔مگر جب حضرت علی وہاں تشریف لے گئے ،تو ابتدائی دنوں میں ہی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

جب امیر المومنین علیہ السلام نے قبیلہ ہمدان کے مسلمان ہونے کی خبر لکھ کر بھیجی تو پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار قبیلہ ہمدان کے لیے دعا کی ۔اس وقت سے لے کر اب تک قبیلہ ہمدان (یمن) کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ اور آپ کے چاہنے والے ہیں۔

اس سفر میں چار اصحاب نے ایک بریدہ نامی شخص کو آمادہ کیا کہ وہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس حضرت علی علیہ السلام کی بدگوئی کرے تا کہ حضرت علی علیہ السلام ،پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں گر جائیں۔

بریدہ کہتا ہے کہ جب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ک خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بات کی تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا:

ماذا تريدون من علي؟ إنّ عليّاً منّي وأنا منه وهو ولي كلّ مؤمن بعدي.

علی علیہ السلام سےکیاچاہتےہو؟علی مجھ سےہے اور میں علی سےہوں وہ میرےبعد تمام مومنین کا ولی ہے۔

حاکم نیشاپوری کہتاہے کہ یہ حدیث صحیح ہےلیکن مسلم اوربخاری اس حدیث کو نہیں لائے؛ملاحظہ ہوں)

(مسند احمد:438/4؛/ المستدرک علی الصحیحین:110/3)

حضرت علی علیہ السلام کا یمن کی طرف دوسرا سفر قبیلہ مدحج میں جنگ شروع ہو نے کی وجہ سے تھا جس میں بہت سارے لوگ مارے گئے تھے۔حضرت علی علیہ السلام کے اس علاقے میں جانے سے بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے اور سارا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا ۔امیر المومنین علیہ السلام کے اس سفر میں کسی قسم کی کوئی شکایت تاریخ میں نہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کا تیسرا سفر یمن جو کہ ہمارا مورد بحث ہے حضرت علی علیہ السلام زکوۃ کی جمع آوری اور قضاوت کے لیے یمن ،اور نجران تشریف لے گئے۔حضرت ابھی نجران میں ہی تھے کہ رسول اکرم نے نامہ تحریر فرمایا کہ وہ عازم حج ہیں اور آپ کو بھی حج کے لیے آنے کا فرمایا ۔امیر المومنین علیہ السلام بہت سارے اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف چل پڑے اور مکہ پہنچنے سے پہلے سنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ آ رہے ہیں ۔یہ سنتے ہی امیر المومنین علیہ السلام نے ایک شخص کو بیت المال کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئے تاکہ مکہ سے پہلے آپ سے ملاقات کریں ۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد آنحضرت نے آپ سے فرمایا :آپ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے جائیں۔جب امیر المومنین علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور دیکھا کہ بیت المال کو غلط استعمال کیا جا رہا ہے تو آپ ان سے سختی سے پیش آئےاور ان کو ملامت کیا ۔

حضرت علی علیہ السلام کے مکہ پہنچنے کے بعد آپ کے ساتھ آنے والوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر آپ کی سختی شکایت کی۔اس شکایت کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا جس کو اہلسنت کے تقریبا بیس معتبر مصادر نے ذکر کیا ،مؤرخین نے اس خطبہ کی نسبت بے اعتنائی کی ۔

(مسند احمد :86/3؛سیرہ النبویہ؛ابن ہشام:1022/4؛البدایہ والنہایہ:228/5)

ابن اثیر جزری کہتا ہے:

فشكاه الجيش الى رسول الله(صلى الله عليه و آله) فقام النبى(صلى الله عليه و اله) خطيبا فقال: ايها الناس!لا تشكو عليّا...

(الکامل فی التاریخ:301/2)

لشکروالوں نےپیغمبرﷺسےعلی علیہ السلام کی شکایت کی۔پیغمبرﷺ کھڑےہوئےاورخطبہ دیا اورفرمایا:علی علیہ السلام کی شکایت نہ کریں کیونکہ وہ دینی مسائل میں سخت ہیں۔

خطبہ غدیر کے بعد کے واقعات

جب پیغمبراکرم ﷺ نے حضرت علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کیا ،اس کے بعد تین دن سرزمین غدیر خم میں رہے ۔اس دوران سب لوگوں نے علی علیہ السلام کی بیعت کی ۔پیغمبر ﷺ نے اپنے عمامہ

(جسکا نام سحاب تھا)

علی علیہ السلام کےسرپررکھا،یہاں تک کہ ایک طشت کو پانی سےبھرکراپنی بیویوں کو حکم دیا کہ اس کے ذریعے علی علیہ السلام کی بیعت کریں۔

مراسم کے اختتام پر حارث بن نعمان نامی شخص پیغمبراکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا:یا رسول اللہ ؛آپ نے کہا نماز پڑہو ہم نے پڑھی، آپ نے فرمایا زکوۃ ادا کرو ہم نے ادا کی،آپ نے کہا رمضان کے روزے رکھو ہم نے رکھے،آپ نے کہا حج پہ جاو ہم گئے۔

ثم لم ترض بذلک حتی رفعت بضبع ابن عمّک ففضلته علینا، وقلت: من کنت مولاه فعلی مولاه، فهذا شیء منک أم من الله فقال رسول الله: والذی لا إله إلّا هو أنّ هذا من الله. فولی جابر یرید راحلته وهو یقول: { اللهم إن کان ما یقول مُحَمَّد حقاً فأمطر علینا حجارة من السماء أو ائتنا بعذاب ألیم }. فما وصل إلیها حتی رماه الله بحجر فسقط علی هامته وخرج من دبره وقتله، وأنزل الله تعالی: { سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ }

(سیره الحلبیه:337/3؛تفسیر الثعلبی:35/10؛تفسیر القرطبی:279/18)

اس پر بھی راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اپنے بھتیجے کا بازو بلند کر کے ہم پر برتری دی اور کہا : جس کا مولا ہوں اس کا علی علیہ السلام مولا ہے،،اے پیغمبر ﷺ اپنی طرف سے علی علیہ السلام کو برتری دی ہے یا یہ خدا کی جانب سے تھی؟پیامبر ﷺ نے فرمایا : مجھے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ خدا کی جانب سے حکم تھا۔یہ سننے کے بعد حارث اپنی سواری کی طرف بڑھا اور کہا : خدایا اگر پیغمبر ٹھیک کہہ رہے ہیں تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا کے مجھے ہلاک کردے ۔حارث ابھی سواری تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے اس کے سر پر پتھر گرا اور اس کے مقعد سے باہر آ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا ۔

قرآن کریم کی نظرمیں غدیر

غدیر کے بارے میں بہت سی آیات ہیں ان آیات میں سے آیہ غدیر کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے

{ يَأَيهُّا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّک}

(مائدہ:67)

اے پیغمبر ﷺ آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اگر اہلسنت کی تاریخی،روایی اور تفسیری کتابوں کی طرف مراجعہ کیا جائے تو دیکھیں گے کہ بہت سارے بزرگان اہلسنت نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ یہ آیت غدیر کے دن امیرالمومنین علیہ السلام کی امامت کے انتخاب کے لیے نازل ہوئی۔جیسا کہ جلال الدین سیوطی (جس کے بارے میں کہا گیا سیوطی کی موت سے علوم پیغمبر ﷺ بھی زمین میں دفن ہو گئے) نے کہا: یہ آیت غدیر خم کے دن امام علی علیہ السلام کو خلیفہ منتخب کرنے کے لیے نازل ہوئی۔

(الدر المنثور:636/3)

بزرگان اہلسنت میں سےفخررازی نے اپنی تفسیر میں جو روایات خلافت امیرالمومنین علیہ السلام سے مربوط ہیں ان کو مفہوم میں تبدیل کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔مگرجب اس آیت پر پہنچا تو کہا: یہ آیت 18 ذی الحجہ کو امام علی علیہ السلام کے انتخاب خلافت کے لیے نازل ہوئی۔

(تفسیر کبیر:50/12)

واحدی نیشاپوری،

(اسباب النزول:115)

شوکانی،

(فتح الغدیر:60/2)

ابی الفتح شہرستانی،

(ملل انحل:163/2)

اور بہت سارے اہلسنت مفسرین نے واضح کہا ہے کہ یہ آیت شریفہ غدیرخم کےدن امیرالمومنین علیہ السلام کے انتخاب خلافت کےلیے نازل ہوئی۔

اسی طرح اس آیت کے بارے میں نقل ہوا ہے:

نزلت علی رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم یوم الثامن عشر من شهر ذی الحجة عقیب حجة الوداع فی غدیر خم قبل تنصیب الإمام علی علما للناس لیکون خلیفته من بعده و ذلک یوم الخمیس ، و قد نزل بها جبرائیل(علیه السلام)بعد مضی خمس ساعات من النهار فقال : یا مُحَمَّد إن الله یقرئک السلام و یقول لک: { یا أیها الرسول‌یا أیها الرسول بلغ ما أنزل إلیک من ربک ، و إن لم تفعل فما بلغت رسالته و الله یعصمک من الناس}

(الدر المنثور:298/2؛شواهد التنزیل:246/1؛الملل و النحل:163/1؛تفسیر الکبیر:50/12)

پیامبر ﷺ نےجب حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بعد امام اور خلیفہ مقرر کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔وہ جمعرات کا دن تھا اور دن کے پانچ گھنٹے گزرے تھے کہ جبرئیل پیغمبر ﷺ پر نازل ہوا اور کہا: خدا وند سلام کے بعد فرما رہا ہے کہ جو ا پنے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا اس کو پہنچا دو۔

اس آیت شریفہ کے بارے میں سوال ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبراکرم ﷺ کو فرمایا:
{ يَأَيهُّا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَ إِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس}

اس آیت کی بنا پر یہ کہنا درست ہے کہ پیغمبر ﷺ کسی سے ڈرتے تھے؟

کیا معصوم کے کسی چیز سے ڈرنے کو قبول کیا جا سکتا ہے؟

اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ جب پیغمبراکرم ﷺ نے اپنے مکی دور میں 13سال قریش کے ظلم و ستم کے مقابلے میں کوئی ردّ عمل نہیں دکھایا تو کیا اس وقت معصوم نہیں تھے؟

جب پیغمبراکرم ﷺ نےقتل کے ڈر سے غار میں پناہ لی اور وہاں سے اپنی ہجرت کا آغاز کیا ،کیا معصوم نہ تھے؟

کیا جب حضرت موسی نےقوم بنی اسرائیل کے ڈر سے فرار کیا تو معصوم نہ تھے؟

ان سوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف اور عصمت کا ایک دوسرے سے کوئی ربط نہیں۔ائمہ اور انبیا معصوم ہیں یعنی خطا اور غلطی نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے سب کام معجزہ سے کرتے ہیں۔قرآن زبان پیغمبر ﷺ میں فرما رہا ہے:
{ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكمُ يُوحَى إِلیَ}

(کھف:110)

آپ کہ دیجیے کہ میں تمہارے ہی جیساایک بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔

خدا نے کیوں فرمایا
{ وَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس}؟

پیغمبر ﷺ امرخلافت علی علیہ السلام میں کس چیز سے ڈرتے تھے؟ابن عباس نقل کرتے ہیں:

لما أمر رسول الله بِابلاغِ أمرالامامة ،قال انّ قومی قریبوا عهد بالجهالة،و فیهم تنافس و فخر وما منهم رجل الّا وقد وتره ولیهم و انّی أخاف فأنزل الله: { يَأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَ إِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس }

(شواهد التنزیل:255/1)

(جب پیغمبر ﷺ کو امر ولایت کے ابلاغ کا حکم ہوا ،آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

میرے قبیلہ میں ابھی تک جا ھلیت کے آثار ختم نہیں ہوئے اور یہ شہرت اور مقام کے طلبگار ہیں ۔اسی طرح ان سب قبیلوں کے لوگ مختلف جنگوں میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوئے ،اور یہ حضرت علی علیہ السلام سے بغض و کینہ رکھتے ہیں ،اس لیے ڈر رہا ہوں۔تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی)

اسی طرح سیوطی نے لکھا:

ان رسول الله قال: ان الله بعثنی برسالة فضقت بها ذرعا وعرفت ان الناس مکذبی فَوَعدنِی لأبلّغنّ أو لَيُعذّبنی

(الدر المنثور:298/2)

پیامبر ﷺ نے فرمایا: جب مجھے ولایت کے ابلاغ کا حکم ہوا ،جانتا تھا کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے ۔خدا نے بھی حکم دیا، یا خدا کے حکم کو انجام دو نہیں تو تمہیں عذاب ہو گا۔

وہ لوگ جو ایک عام سے عبادی اور فقہ ی حکم میں پیغمبر کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے کہ عائشہ نے پیغمبر ﷺ سے کہا:

فقلت من آغضبک یا رسول الله،آدخله الله النار،

توکیا توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس قدر اہم حکم میں پیغمبرﷺ کے مقابل کھڑے ہوں؟

صحیفہ ملعونہ کا واقعہ

شیعہ کتابوں میں صحیفہ ملعونہ کے بارے میں ایک بحث پائی جاتی ہے یہ صحیفہ ، بارہ یا اٹھارہ اصحاب کا عہد نامہ ہے جو واقعہ غدیر کے بعد لکھا گیا ہے ۔ان لوگوں نے آپس میں عہد کیا کہ علی کو خلیفہ پیغمبر ﷺ نہ بننے دیا جائے۔ انہوں نے ایک عہد نامہ لکھ کر

عثمان کو دیا تا کہ وہ اسے مکہ میں مخفی کر دے۔عمر کی خلافت کے آخر میں یہ عہدنامہ فاش ہوا اور یہ اہلسنت کی کتابوں میں بھی درج ہے۔

(سنن نسائی: 88/2؛مستدرک:226/2؛معجم الاوسط:217/7؛بحار الانوار:297/10)

البتہ ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ہو کہ پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے علم غیب سے استفادہ کیوں نہیں کیا اور اپنے ان اصحاب کے باطن کے بارے میں دوسروں کو بتاتے تاکہ بعد میں انحراف کا باعث نہ ہو؟

اس سوال کا جواب قرآن کی آیات میں ہے۔خدا وند منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:اے پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم؛ اطراف مدینہ کچھ منافقین ہیں کہ

{لاتَعلَمهم نَحنُ نَعلَمهم }

(توبہ:101)

تم ان کو نہیں جانتےمگر ہم جانتے ہیں۔

خدا نے مصلحت کی بنا پر پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم کو ان کے بارے میں نہیں بتایا۔

اسی طرح جنگ تبوک سے واپسی پر بارہ صحابیوں نے پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم کو پہاڑ سے نیچے گرانے اور آپ کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔حذیفہ کہتا ہے:میں نے ان کو دیکھا اور پہچانتا ہوں۔عمار بن یاسر نے بھی کہا میں نے انکو دیکھا اور پہچانتا ہوں۔حذیفہ نے پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم سے اجازت طلب کی تاکہ ان کو رسوا کرے۔مگر پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے اجازت نہیں دی اور فرمایا:میں نہیں چاہتا کہ یہ شایع ہو کہ محمد صلى الله عليه وآله وسلم تلوار سے اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

(رک المحلی:224/11)

واقعہ غدیر کے متعلق آیات میں سے ایک اور آیت

{ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْاسْلَامَ دِينًا }

(مائدہ۔3)

ہے اس آیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(الاتقان:31/1؛تاریخ یعقوبی:35/2؛تاریخ بغداد:290/8؛الدر المنثور:259/2؛تاریخ ابن عساکر:75/2؛تذکرہ الخواص:230؛تفسیر ابن کثیر: 14/2؛شواھد التنزیل: 157/1؛)

البتہ اس آیت کے نزول کے دن کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں جن میں سے بعض کی طرف اختصار سے اشارہ کریں گے۔بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ الیوم سے مراد روز بعثت یا روز فتح مکہ ہے ۔بعض کہتے ہیں اس سے مراد قرأت سورہ برات ہے مگر اہلسنت کی اس کے بارے میں اہم ترین مستند صحیح بخاری کی عبارت ہےجو خلیفہ دوّم کا قول ہے:

عن عمر بن الخطاب ﷺ أن رجلا من اليهود قال له: يا أمير المؤمنين آية في كتابكم تقرؤونها، لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذلك اليوم عيد ا قال أي آية؟ قال: { اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا } . قال عمر: قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذي نزلت فيه على النبي ﷺ، وهو قائم بعرفة، يوم جمعة

(صحیح بخاری: 16/1)

ایک یہودی خلیفہ دوم کےپاس آیا اور کہا:یا امیرالمومنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ہےجسکوآپ پڑھتے ہیں اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن قرار دیتے۔خلیفہ نے کہا : کونسی آیت؟یہودی نے آیت اکمال کو پڑھا وخلیفہ نے کہا: مجھے پتہ ہے کہ یہ کس جگہ نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔یہ آیت جمعہ کے دن عرفات میں نازل ہوئی ہے۔

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ عرفہ کے دن اگر جمعہ ہوتا تو پیغمبر ﷺ حتما نماز جمعہ پڑھاتے مگر کسی بھی روایت میں نہیں کہ پیغمبر ﷺ نے عرفہ کے دن نماز جمعہ پڑھائی۔اس سے واضح ہو گیا کہ یہ ضعیف اور مرسل روایت ہے۔

اس کے علاوہ اہلسنت کی بہت سی کتابوں میں ہے کہ عرفہ پیر کو تھا ۔

(تفسیر ابن کثیر:14/2؛الدر المنثور:258/2؛المعجم الکبیر:183/12)

اور یہ خلیفہ دوم کے قول کے برعکس ہے جو آیہ الیوم کے روز جمعہ کے نزول کے معتقد ہیں۔صحیح مسلم نے بھی اہلسنت کے مشہور فقیہ سفیان ثوری کے قول کو نقل کیا ہے جو کہتے ہیں:

و أشُکَ کانَ یَوم الجمعة أم لا

(صحیح مسلم:238/8)

مجھے شک ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی ہو۔

اسی طرح عمر ابن لخطاب نے کہا: یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی اور دین کامل ہوا۔اس آیت کے بعد احکام الٰھی سے کوئی بھی حکم نہیں آیا۔حالانکہ خود اس سے نقل ہوا ہے کہ آیت ربا ،عرفہ کے بعد نازل ہوئی اور آیت کلالہ بھی آیت شریفہ

{ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ }

کے بعد نازل ہوئی۔

(مسند احمد:36/1)

البتہ آیہ اکمال کے بارے میں ایک سوال مطرح ہوتا ہے کہ

{ يَأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ }

سورہ مائدہ کی ٦٧ نمبر آ یت ہے اور

{ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ }

اس سورہ کی تیسری آیت ہے ۔

کیسے پہلے دین مکمل ہوا اور بعد میں ابلاغ ہوا؟

اس سوال کا جواب واضح ہے کیونکہ آیات کی ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہے بہت سی آیات مکہ میں نازل ہوئیں لیکن ان کو مدنی سوروں میں لکھا گیا ہے اور اس کے برعکس ۔

قرآن کےعلاوہ دوسرے ادیان کی آسمانی کتابوں میں بھی واقعہ غدیر کی بشارت دی گئ ۔جیسے روایت میں ہے کہ۔ پیغمبراکرم ﷺ کی رحلت کے بعد کچھ یہودی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہا ہم نےسابقہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ پیغمبر آخرالزمان کے وصی کا نام علی ہے ۔اہلسنت کی کتابوں میں جیسے ینابیع المودۃ اور فرائدالسمطین میں پانچ اور رایات بھی اس موضوع پر ہیں ۔

علما اہلسنت اور حدیث ، غدیر

حدیث غدیر کی دلیل کے بارے میں شبہات میں سے بنیادی شبہ یہ ہے کہ مولا بروزن مفعل اور اولی اور افعل کے معنی کے لیے نہیں ہے۔ اگر پیغمبراکرم ﷺ فرماتے

" مَن كُنتُ أولى به، فَعَليّ أولى به ، يا " مَن كُنتُ وَلِيّه، فَعَليّ وَ لِيّه ،،

تو قبول کرلیتے کیونکہ " اولی بہ" ولایت امر اور امامت کے معنی میں ہے۔ لیکن پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا:

مَن كنتُ مولاه فعلى مولاه

مولا کے بہت سارے معنی ہیں اور ان میں سے ایک محبت اور نصرت ہے ۔

اس لیے پیغمبراکرم ﷺ کا مقصد ہے کہ جو بھی مجھ سے محبت کرتا ہے وہ علی علیہ السلام سے بھی محبت کرے، جو بھی میرا مددگار ہے وہ علی علیہ السلام کی بھی مدد کرے۔

شیعہ اس کے جواب میں کہتے ہیں :

۱۔ ہم وہ روایات جن میں

" مَن كنتُ مولاه فعلی مولاه،،

آیا ہے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے اہلسنت کی کتابوں سے ایک اور عبارت نقل کرتے ہیں۔اہلسنت کی کتابوں میں ہے کہ

پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا:

أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ من أَنْفُسِهِمْ قالوا بَلَى قال فَهَذَا وَلِيُّ من أنا مَوْلَاهُ

(سنن ابن ماجه:43/1؛سيرهالنبويه؛ابن كظير:417/4؛البدايه والنهايه:229/5؛تاريخ بغداد:236/4؛تفسير طبری:428/3)

کیا میں تم سے زیادہ تم پر ولایت نہیں رکھتا ؟ کہا : ہاں تو فرمایا: یہ (علی علیہ السلام) ہر اس کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں

۔

اسی طرح فرمایا:

مَن كنتُ مولاه فهذاعلى وليه

(اسد الغابه:308/1)

جس جس کا میں مولا ہوں،علی اس کا ولی ہے ۔

زید بن ارقم نے پیامبر اکرم سے روایت کی ہے:

مَن كنتُ وليه فهذاعلى وليه

(خصائص:93؛فضائل الصحابه:14)

جس جس کا میں ولی ہوں،علی اس کا ولی ہے ۔

اسی طرح روایت میں ہے:

مَن كُنتُ أولى به من نفسه،فَعليّ وليّه

(مجمع الزوائد:164/9)

جو بھی مجھے جان سے زیادہ اولی رکھتا ہے علی اس کا ولی ہے۔

۲- ایک بزرگ اہلسنت نے کہا: کسی بھی لغت کی کتاب میں یہ دعوی نہیں کیا گیا کہ کلمہ مولا کا معنی اولی ہے

حالانکہ عربی ادب کے بنیادگذار ،جیسے کعبی، زجاج، ابو عبیدہ، اخفش،اور مبرّقع کہتے ہیں کہ مولی کے معانی میں سے ایک اولی ہے۔

(ر ک تفسیر اکبیر:227/29)

اسطرح ایک اور قرینہ سے بھی مشخص ہو جاتا ہے کہ مولا ،اولی بنفس کے معنی میں ہے پیغمبراکرم ﷺ کا وہ جملہ۔ جس کے ذریعے لوگوں سے اعتراف لیا

الَستُ أولى بكم من أنفُسكم؟

کیا میں تم سے زیادہ تم پر ولایت نہیں رکھتا؟

اس سےمعلوم ہو جاتا ہے کہ کلمہ مولا کا مورد نظر معنی بھی اولی ہے۔

ایک اور دلیل وہ اشعار ہیں جو غدیر خم کے بعد کہے گئے۔حسان بن ثابت ایک مشہور شاعر ہیں جنہوں نے یہ اشعار پڑھے

يناديهم يوم الغدير نبيهم   بخم و اکرم بالنبی منادیا

تا

فقال له: قم یا علی فاننی   رضیتک من بعدی اماما و هادیا

(نظم در السمطین:113)

پیغمبر نے فرمایا:یا علی اٹھو میرے بعد لوگوں کے امام اور ہادی آپ ہیں۔

اگر مولا بمعنی امام نہ ہوتا توحسان بن ثابت کو کیسےمعلوم ہوا کہ پیغمبراکرم ﷺ نےحضرت علی علیہ السلام کو امت کے لیے ھادی اور امام قرار دیا؟

ایک اور دلیل کہ پیغمبر ﷺ اسلام نے خطبہ غدیر میں لوگوں سے وحدانیت خداوند، اپنی رسالت اور معاد کی شہادت لی۔اگر مولی بمعنی امام اور رہبر نہ ہوتا ،جو کہ دین اسلام کے ارکان میں سے ہے تو آنحضرت کا توحید،نبوت، اور معاد کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا۔

اس کے علاوہ جب نبی مکرم اسلام نے حضرت علی کو خلافت کے لیے منصوب کیا تو فرمایا:

الله اکبر علی اکمال الدّین و اتمام النّعمة و رضی الرّبّ برسالتی و بالولایة لعلیّ (ع)من بعدی

(شواهد التنزیل:202/1؛مسند احمد:489/6؛صحیح ترمذی:590/5؛سنن کبری:45/5)

اللہ بہت بڑا ہے کہ جس نے دین کو کامل کیا اور نعمات کو تمام کیا اور میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت پر راضی ہوا۔

اہل سنت کے ساٹھ مصادر میں نقل ہوا ہے کہ خلیفہ اول اور دوم غدیر کے دن،سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کو مبارک باد دی:

هنياء يا بن أبي طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مولى كل مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ.

(مسند احمد:281/4؛شواهد التنزیل:201/1و202؛تفسیر کبیر:49/12؛الغدیر:272/1)

اے ابو طالب علیہ السلام کے بیٹے مبارک ہو کہ آپ میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا بنے ہو۔

ذہبی نے ابو حامد کے شرح حال میں کہا ہے:

ذكر أبو حامد الغزالي في كتاب سر العالمين وكشف ما في الدارين ألفاظا تشبه هذا. فقال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعلي يوم غدير خم: من كنت مولاه فعلي مولاه. فقال عمر بن الخطاب: بخ بخ يا أبا الحسن أصبحت مولاي ومولى كل مؤمن ومؤمنة. قال: وهذا تسليم ورضى وتحكيم، ثم بعد هذا غلب الهوى حبا للرياسة وعقد البنود وخفقان الرايات وازدحام الخيول في فتح الأمصار وأمر الخلافة ونهيها، فحملهم على الخلاف{فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا فبئس ما يشترون}

(سیرہ اعلام النبلاً 328/19؛تذکرۃ الخواص:62)

ابو حامد غزالی نے کتاب سر العالمین میں حدیث "جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے،،کے بارے میں کہا: عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: بخ بخ آپ آج سے میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہیں ،عمر نے در حقیقت اس عبارت سے ولایت علی علیہ السلام کو تسلیم کیا اور اس کی رضایت دی۔مگر اس واقعہ کے بعد اس پر خواہشات نفسانی کا غلبہ ہو گیا،اور ریاست طلبی، اور مقام خلافت کے حصول ،اور حکومت کے لیے امر خلافت میں حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کی اور فرمان پیغمبر کی اعتنا نہیں کی ،پیامبر کے فرمان کے مقابلے میں ایک معمولی سی حکومت کو ترجیح دی۔کتنا برا معاملہ کیا،،

تیسری فصل

مسئلہ ولایت کے متعلق آیات اور روایات

اس باب میں کلی طور پر دو مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے پہلے حصے میں مسئلہ ولایت کے متعلق بعض آیات اور روایات کی طـرف اشارہ کریں گے اور دوسرے حصے میں ولایت علی علیہ السلام پر عقلی دلائل پیش کریں گے۔

پہلے حصے میں یہ آیات اور روایات شامل ہیں

1۔ آیت مباہلہ

2۔آیت تطہیر

3۔73 فرقہ والی حدیث

4۔حدیث ثقلین

5۔حدیث سفینہ نوح

6۔حدیث خلفائے اثنی عشرہ

7۔حدیث منزلت

8۔حدیث یوم الدار

9۔حدیث مدینہ العلم

آیت مباہلہ

ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ جب پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجران کےنصرانیوں کےپاس گئے جومباہلہ کےلئےآئےتھے تو آپ نے فرمایا:
{ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ أَبْنَاءَكُمْ وَ نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَكُمْ وَ أَنفُسَنَا وَ أَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتهل }

(العمران:61)

اہل سنت کے سب بزرگان نے اعتراف کیاہے کہ انفسنا اور انفسکم سے مراد علی ابن ابی طالب ؑ ہیں ۔

(صحیح مسلم:120/7)

اس دن سب یہ دیکھنے کےلیے آئے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباہلہ کے لیے کن کو ساتھ لے جاتے ہیں ۔

وہابیت کا بنیادگزار کہتا ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں سے عائشہ ،حفصہ اور ام سلمہ کے ہونے کے باوجودپیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط حضرت زہرا علیہا السلام کو اپنے ساتھ لے گئے اور اصحاب میں سے ابوبکر ، عمر،عثمان کے ہونے کے باوجود حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھاما اورمباہلہ کےلیے لے گئے اور فرزندان میں سے حسن اور حسین علیہماالسلام کے علاوہ کسی کو نہیں لے گئے ۔

یہاں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت اور رسالت کےلیے حضرت علی علیہ السلام کے وجود مقدس سے استفادہ کیا

وہ محبوب ہستی جو پیغمبر کی نبوت کے اثبات کے لیے شائستہ ہے وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و خلافت کے استمرار کے لیے شائستہ تر ہے۔

آیت تطہیر

عصمت امیر المومنین علیہ السلام پر بہترین دلیل آیت شریفہ تطہیر ہے:
{ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا }

(احزاب:33)

صحیح مسلم اور بخاری میں ہے کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نےحضرت علی ، زہرا ، حسن اور حسین علیہم السلام پر چادر اوڑھ کر آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں ۔

(صحیح مسلم:130/7)

خدا کا اہلبیت کو گناہ سے دور رکھنے کا ارادہ قطعا تشریعی نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا ارادہ تشریعی سب مسلمانوں کی طہارت اور ہدایت ہے اس لیے یہ ارادہ تکوینی ہے اور ارادہ تکوینی خداوند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اسی طرح پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث جو عصمت علی علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے آپ نے فرمایا:
عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ ا لْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ "

علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے

یا
عَلِيٌّ مَعَ الْقُرآنِ وَ الْقُرآنُ مَعَ عَلِيٍّ،

(مجمع الزوائد:235/7؛مسند ابو یعلی:318/2؛تاریخ بغداد:322/4؛تاریخ مدینہ دمشق:449/42)

علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے

من اقتدى في دينه بعلي بن أبي طالب(عليه السلام)فقد اهتدى، لقول النبى: اللهم أدر الحق مع علي حيث دار

(تفسیر کبیر:205/1؛المحصول:134/6)

جس نے بھی علی علیہ السلام کے دین کی اقتدا (پیروی) کی اس نے ہدایت پا لی۔کیونکہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:خدایا ہمیشہ حق کو علی علیہ السلام کے گرد قرار دے

ام سلمہ سے روایت ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

عَلِيٌّ مَعَ القُرآنِ وَ القُرآنُ مَعَ عَلِيٍّ، لَن يَفتَرِقا حَتّى يَرِدا عَلَيَّ الحَوضَ

(المستدرک:124/3؛)

اہلسنت کے نزدیک یہ قائدہ ہے کہ اگر حاکم نیشاپوری یا ذہبی کوئی روایت نقل کرتاہے تو وہ صحیح ہے ایسے ہے جیسے صحیح بخاری اور مسلم میں وارد ہوئی ہے)۔

علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی ساتھ ہے قرآن علی سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے

البتہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ روایت

" عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِ وَ ا لْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ "

عمار کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے

اس سوال کے جواب میں یہ واقعہ نقل کرنا مناسب ہو گا

علامہ امینی کے زندگی نامہ میں ہے کہ آپ نے بغداد میں ڈاکٹر اعظمی بغداد یونیورسٹی کے نائب پرنسپل سے ملاقات کی۔علامہ امینی نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق تمام اشعار کو جمع کیا اور ڈاکٹر اعظمی نے بھی اس بارے شعر لکھے تھے اس لیے علامہ امینی ان کے پاس گئے۔

اس ملاقات میں علامہ امینی نے ڈاکٹراعظمی سےحضرت علی علیہ السلام کےبارےمیں تالیفات کےبارے پوچھا تو ڈاکٹراعظمی نے کہا میں نے تین روایات پر تحقیق کی اور یہ تحقیق میری عمر بھر کا سرمایا ہے ان میں سے ایک روایت ہے۔

اس نےاس بارےبہت ساری توضیح دی، اس کے متن، سند اور دلالت کے بارے میں بتایا

علامہ امینی نے ان سے پوچھا ؛ کیا یہ تصور کرتے ہو کے یہ روایت فقط حضرت علی علیہ السلام کے بارے وارد ہوئی ہے ۔ ڈاکٹر اعظمی نے کہا ،ہاں ۔ علامہ امینی نے فرمایا ؛یہی حدیث عمار کے بارے بھی ہے

" عَمار مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَمار

اور اس کی سند اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہے؛ اعظمی صاحب نے تعجب سے کہا ، آقای امینی آپ نے میری زندگی کا تیسرا حصہ تباہ کر دیا ،مجھے یقین تھا کہ یہ روایت فقط حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ہے ۔

علامہ امینی نے فرمایا؛ ٹھیک ہے یہ روایت عمار کے بارے میں بھی ہے مگر ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے ،عمار کے بارے میں ہے"

عَمار مَعَ الْحَقّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَمار تدور عمار مع الحق

عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ ہے عمار ہمیشہ حق کے گرد گھومتا ہے

لیکن حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ہے

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ، يدور الحق مع علی

علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے اور حق ہمیشہ علی کے گرد گھومتا ہے ڈاکٹر اعظمی نے یہ سنتے ہی کہا کہ اس کلام کے احترام میں کھڑا ہونا اور بیٹھنا چاہیے ،اور وہ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ اٹھے اور پھر بیٹھے۔

حدیث ۷۳ فرقے

ولایت امام علی علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں سے ایک ؛ امت کا 73 فرقوں میں تقسیم ہونے والی حدیث ہے ۔ شیعہ اور اہلسنت کی معتبر کتابوں میں پیغمبراکرم ﷺ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا

تفترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقة،و النصارى على اثنتين وسبعين فرقة، وتفترق امتی على ثلاث وسبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة، قيل: من هي يا رسول الله؟ قال ما أنا عليه وأصحابي

امت یہود اکہتر (۷۱) فرقے ،نصاری بہتر (۷۲)فرقے اورمیری امت تہتر(۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ان میں سے ایک کے علاوہ سب اہل آتش جہنم ہوں گے جب پوچھا گیا کہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا تو آپ نے فرمایا : وہ گروہ جس میں، میں اور میرے اصحاب ہیں ۔

یہ روایت شیعہ

(وسائل الشیعہ:33180/49/27؛بحار الانوار:20/13/28)

کے علاوہ اہلسنت

(صحیح ترمذی:134/4؛سنن ابن ماجہ:3991/1321/2/ناصر الدین البانی نے بھی کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہےر ک سنن ابن ماجہ:364/2؛و سلسلة الاحادیث الصحیحة:354/1)

کی معتبر کتابوں میں بھی ذکر ہوئی ہے البتہ اس حدیث کے بارے میں اہم سوال یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ کون سا ہے ؟ مسلمانون مـیں جو فرـقے ہیں مثلا حنبلی ، شافعی ،مالکی ،اسماعیلی اور شیعہ ، ان میں کون سا فرقہ ناجیہ ہے ؟

تمام فرـقے ناجیہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں

(المواقف ایجی :714/3)

اور وہ اسی روایت سے استدلال کرتے ہیں جب حضرت سے پوچھا گیا کہ ناجیہ کون سا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا ؛

جس میں، میں اور میرے اصحاب ہیں

اور شیعہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ علی اور ان کے اصحاب جس فرـقے میں نہ ہوں گے وہ قطعا نجات یافتہ نہیں ہے

ابن حزم اندلسی کہتا ہے کہ "

ولعنة الله علی کل اجماع خرج عنه علی ابن ابی طالب علیهما السلام و من حضره مِن الصحابة

(المحلی:345/9)

ایسے اجماع پہ لعنت ہے جس میں علی اور اس کے دوست نہ ہوں

وہ خصوصیات جو مکتب اہل بیت کے علاوہ کسی مذہب میں نہیں شیعہ ان خصوصیات کی بنا پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ فقـط اس مـذہب کے پیروکار ہی اہل نجات ہیں ۔

اس کی پہلی دلیل،حدیث ثقلین

پیغمبراکرمﷺ نے فرمایا

: إِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللَّهِ وَ عِتْرَتِی؛ أَهْلَ بَیْتِی ، نْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلوا بعدی

(سنن ترمذی:3876/328/5؛مسند احمد:14/3)

"میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور میرے اہلبیت،اگر کسی نے ان دونوں سے تمسک رکھا تـو گمراہ نہیں ہوگا،

اہلسنت کی روایی ، فقہی ، کلامی اور تفسیری کتابوں کی طرف مراجعہ کرنے سے آرام سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ اصلا اہلبیت کے سراغ میں نہیں گئے۔ صحیح بخاری جو کہ اہلسنت کی صحاح ستہ میں سے ہے اس میں حضرت علی علیہ السلام سے انتیس ۲۹ جبکہ ابوھریرہ جوکہ فقط ڈیڑھ سال پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم کے ساتھ رہا ، ایک سو اسی ۱۸۰ روایات ذکر کی گئی ہیں ۔

ابو ھریرہ کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بچپن سے لے کر تمام سفر اورجنگوں میں پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم کے ساتھ تھےاور آنحضرت کی رحلت تک آپ کے ساتھ تھے اگر علی علیہ السلام پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم سے ہرروز ایک روایت بھی لیتے تو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بارہ ہزار حدیث ہونی چاہیے ۔

لیکن اگر اہلسنت کی روایی کتابوں میں دیکھیں تو حضرت علی علیہ السلام سے پانچ سو سے زیادہ روایات نہیں ہے

اس کے علاوہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام سے ایک حدیث بھی صحیح بخاری میں نہیں

شاید بعض لوگ کہیں کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام چھوٹے تھے اس حد تک نہیں تھے کہ ان سے حدیث نقل کی جاتی ، لیکن عبداللہ بن زبیر جس کا امام حسن علیہ السلام کی عمر میں صرف چھ ماہ کا فرق ہے اس سے بہت ساری روایات نقل ہیں ۔

حضرت صدیقہ طاھرہ علیہا السلام سے پوری صحیح بخاری میں صرف ایک روایت ہے لیکن عایشہ سے دو سو اسی ۲۸۰روایات ذکر ہیں۔

اگرچہ بخاری امام ھادی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہم عصر ہونے کےباوجود ایک روایت بھی ان دو بزرگوار سے نقل نہیں کی۔یہاں تک کہ ابوحنیفہ اور مالک ، امام صادق علیہ السلام کے شاگرد ہونے کے باوجود امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے ایک رویت بھی نقل نہیں ہوئی ۔ اس بنا پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حدیث ثقلین اور کتاب اور اہلبیت سے تمسک فقط شیعوں پر منطبق ہوتا ہے

اسی طرح اہل سنت کی کتابوں میں معتبر اسناد کے ساتھ بہت سی روایات ہیں کہ پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا:

يا علي أنت و شيعتک هم الفائزون،،

(مناقب؛خوارزمی: 120/111)

یا علی آپ اور آپ کے شیعہ ہی اہل نجات ہیں ۔

ایک اور روایت میں آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا :

" والذي نفسي بيده إن هذا وشيعته هم الفائزون

(تاریخ مدینہ دمشق: 371/42؛تفسیر طبری:29208/335/30؛روح المعانی:207/30؛الدر المنثور:379/6)

اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ علی اور ان کے شیعہ اہل نجات ہیں

اس حدیث سے پتہ یہ چلتا ہے کہ فرقہ ناجیہ کا نمونہ شیعہ میں ہے کیونکہ پیغمبراکرم ﷺ نے بشارت (خوشخبری) دی ہے کہ علی علیہ السلام اور اس کے شیعہ اہل نجات ہیں ۔

حدیث سفینہ نوح

پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا : "

مَثَلُ أهلِ بَيتي فيكُم كمَثَلِ سَفينَةِ نُوحٍ ، من ركبها نجي وَمَن تَخَلّفَ عَنها هَلَكَ

(المستدرک:343/2؛مجمع الزوائد:168/9؛المعجم الکبیر:45/3؛الدر المنثور:334/3)

میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو بھی اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے منہ موڑا (اس سے روگردانی کی) وہ غرق ہوا ۔

حاکم نیشاپوری نے ایک بہت ہی خوبصورت روایت نقل کی ہے کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا :

النجوم امان لأهل الارض من الغرق، و اهل بيتي امان لامتي من الاختلاف، فاذا خالفتها قبيلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابليس.

(المستدرک:149/3؛صواعق المحرقہ:140/91؛خصائص الکبری:266)

آسمان کے ستارے لوگوں کو غرق ہونے سے نجات کا باعث بنتے ہیں اسی طرح میرے اہل بیت بھی امت کی ہدایت اورنجات کا باعث بنتے ہیں وہ قبیلہ یا گروہ جو میرے اہلبیت سے مخالفت کرے گا وہ شیطانی گروہ ہے

ان سب دلائل سے اہم دلیل صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی ذات ہے جوشیعیت کی حقانیت کےلیے بہترین سندہے ۔اہل سنت کی کتابوں میں روایت ہے

من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية

(صحیح مسلم:22/6؛مسند احمد:96/4؛سنن الکبری:156/8 و)

یہ روایت اہلسنت اور شیعہ کی کتابوں میں مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہےمثلا شیعہ کتب میں

من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة الجاهلية)

جو بھی امام کے بغیر مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرا ۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ حضرت صدیقہ طاھرہ نے اپنی رحلت تک ابوبکر کی بیعت نہیں کی ۔ صحیح مسلم اور بخاری میں ہے

توفی فاطمه و هی عن ابی بکر غضبان و لم تکلمه حتی ماتت ،،

(صحیح بخاری:82/5؛صحیح مسلم:154/5)

اسی طرح یہ بھی نقل ہے کہ ابوبکر اور عمر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے ان کی رضایت لینے کے لیے ان کے گھر آئے تو آپ نے ان دونوں سے پوچھا ،خدا کی قسم کیا تم نے میرے باپ سے نہیں سنا کہ فرمایا:فاطمہ علیہا السلام میرا حصہ ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ؟

انہوں نے کہا، ہاں ۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا : خدا اور ملائکہ کو گواہ بنا کے کہتی ہوں کہ تم نے مجھے اذیت دی اور میں تم پر راضی نہیں ہوں ۔

(الامامه والسیسه:20/1)

صحیح مسلم اور بخاری میں وارد ہوا کہ حضرت زہرا نے وصیت کی کہ ان کو رات کے وقت دفن کیا جائے اور ابوبکر اور دوسروں کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دیا جائے۔

(صحیح بخاری:82/5؛صحیح مسلم:154/5)

اس حدیث پر غور کریں تو کیا قبول کیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام امام کے بغیر اس دنیا سے رحلت کی؟ یا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام، ،ابوبکر کو اپنا امام نہیں مانتی تھیں اس لیے اس کی بیعت نہیں کی؟

اس حدیث

من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية

کی طرف توجہ کریں تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اہلسنت کا اس زمانے کا امام کون ہے؟اگر یہ کہیں کہ ہر ملک کا لیڈر امام زمان ہے اور اس کی بیعت کرنی ضروری ہے ،تو کہا جائے گا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ ہر زمانے میں ایک سے زیادہ امام کا وجود نہیں۔

اذا بويعَ خليفتين، الخليفة الاولى،فاقتلو ا الأخر منهما

(صحیح مسلم؛23/6؛مجمع الزوائد:198/5)

اگر ایک ہی زمانے میں دو امام کی بیعت کی جائے تو واقعی پہلا امام واقعی ہے اور دوسرے امام مار دیا جائے۔

حدیث

(من مات بلا امام مات میتة جاهلیة)

کے بارے میں نقل ہے کہ عبد اللہ بن عمر جس نے امیر المومنین کی بیعت نہیں کی تھی فقط وہاں جس نے مدینہ پر حملہ کرنے کےلیے یزید کی حمایت کی؛ ایک رات اسے یاد آیا کہ پیامبر اکرم نے فرمایا:

من مات بلا امام مات میتة جاهلیة

تو فورا تاریخ کے ظالم ترین شخص حجاج بن یوسف کے پاس گیا اور کہا:مجھے یہ حدیث یاد آئی ہے اس لیے آپ کے ہاتھوں بہ عنوان تام الاختیار نمایندہ عبد الملک کی بیعت کروں تاکہ اگر رات کو مر جاوں تو اس حدیث کا مصداق نہ بنوں ،حجاج جو کہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اپنے پاوں کو اٹھایا اور کہا:میرے ہاتھ مصروف ہیں میرے پاوں سے بیعت کر لو۔

ر ک شرح نهج البلاغه؛ابن ابی الحدید:242/13)

حدیث خلفائے اثنی عشر

ولایت امام علی علیہ السلام کے اثبات کےلیے ایک روایت حدیث خلفائے اثنی عشر ہے صحیح مسلم ، صحیح بخاری،سنن ابن ماجہ ، صحیح ترمذی و نسائی میں ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص نے فرمایا :

لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً

(صحیح مسلم:3/6؛سنن ابی داوود:4280/309/2)

میرے بارہ خلیفہ ہیں اور دین کی سرفرازی ان سے ہے

اب سوال یہ ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلیفہ سے کون مراد ہیں بعض اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین چار ہیں پانچویں امام حسن چھٹا معاویہ اور ساتواں یزید ہے یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ یزید جیسا شخص جس نے امام حسین علیہ السلام اور سات سو افراد کو واقعہ حرہ میں قتل کیا شراب پیتا ہے دوسرے ہزاروں گناہ کرتا ہے کیسے خلیفہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو سکتا ہے ؟

اہل سنت اگر خلفائے بنی امیہ کو شمار کریں تو چوبیس ۲۴ہیں بنی عباس کو شامل کریں تو ان کی تعداد پنتالیس ۴۵ ہے

خلاصہ یہ ہے کہ جتنی بھی کوشش کریں بارہ لوگ نہیں ڈھونڈ سکتے ۔بالہ آخر کہتے ہیں ہم حدیث کے معنی کو نہیں سمجھ

(رک فتح الباری:182/13؛شرح مسلم؛النوری:201/12)

مگرفقط شیعہ ہی بارہ امام کے قائل ہیں جن میں پہلےامیرالمومنین علیہ السلام اورآخری بقیہ اللہ الاعظم حضرت مہدی عج ہیں

حدیث منزلت

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام کو فرمایا :

أمَا تَرضَي أن تَكُونَ مِنّي بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسَي إلا أنَّهُ لانَبيَّ بَعْدِي

(صحیح بخاری:208/4 و129/5؛صحیح مسلم:120/7)

کیاتم نہیں چاہتے کہ میرے لیے ایک وصی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون ،مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں

حدیث منزلت کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اس حدیث کے معنی کو سمجھنے کے لیے تحقیق کی ضرورت ہے

قرآن میں خلافت اور جانشینی کا واقعہ جو تفصیل سے بیان ہوا ہے وہ حضرت ہارون کی خلافت ہے ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں جو نسبت ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی اس کو امیر المومنین علیہ السلام کے لیے اپنی نسبت کو ثابت کیا ہے ۔

حضرت ہارون کی پہلی منزلت نبوت ہے لیکن پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو علی علیہ السلام سے استثنیٰ کیا ہے اور فرمایا ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔دوسری منزلت وزارت ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے خدا سے تقاضا کیا کہ:

{ و اجْعَل لىّ‏ِ وَزِيرًا مِّنْ أَهْلىِ هَارُونَ أَخِى}

(طہ:29)

میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دےدے،ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔

{ وَ لَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسىَ الْكِتَابَ وَ جَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَرُونَ وَزِيرًا }

(فرقان:35)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی کو ان کا وزیر بنا دیا ۔

تیسری منزلت خلافت ہے خدا نے فرمایا :

{ وَ قَالَ مُوسىَ لِأَخِيهِ هَرُونَ اخْلُفْنىِ فىِ قَوْمِى }

(اعراف :142)

حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم قوم میں میری نیابت کرو

چوتھی منزلت رسول اکرم کے ساتھ ہے۔حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا:

{ وَ اجْعَل لىِّ وَزِيرًا مِّنْ أَهْلىِ هَارُونَ أَخِى اشْدُدْ بِهِ أَزْرِى }

(طه:32)

اور میرے اہل میں سے میرا وزیرقراردےدےہارون کو جو میرابھائی بھی ہے اس سےمیری پشت کو مضبوط کر دے۔اسی لیے حدیث منزلت کے ذریعے وزارت، خلافت اور جانشینی ثابت ہوجاتی ہے۔

حدیث یوم الدار

آیت شریفہ:

وَ أَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِين،

اور پیغمبر ﷺ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے،، کے نزول کے بعد نبی اکرم ص نے قریش میں سے چالیس لوگوں کو جمع کیا اور ان کے لیے تین بنیادی بیان کیے ۔آنحضرت نے قریش کے سرداروں کو فرمایا : بت پرستی چھوڑ دو ،میں خدا کی طرف سے پیغمبراکرم ﷺ مبعوث ہوا ہوں اور اسی طرح فرمایا : "

اول من يوازرني على هذا الامر، على ان يكون اخي ووصيي وخليفتي "

جو بھی اس راہ میں میری نصرت کرے گا وہ میرا بھائی ،وصی اور جانشین ہو گا

تین بار جمع کیا گیا اور تین بارحضرت علی کے علاوہ کسی نے بھی پیغمبراکرم ﷺ کو مثبت جواب نہ دیا ، اس لیے پیغمبراکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک امام علی علیہ السلام کے کندھے پر رکھ کر فرمایا : "

هذااخي ووصيي وخليفتي من بعدى

(مجمع الزوائد:302/8؛کنزالاعمال:128/13؛المستدرک:132/3)

علی میرا بھائی ،میرے بعد میرا وصی اور جانشین ہے

اس بنیاد پر یہ کہنا درست ہو گا کہ پیغمبراکرم ﷺ نے سال سوم ہجرت میں ہی امام علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین کے طور پر تعارف کرایا ۔

حدیث مدینہ العلم

ابن عباس سے نقل ہے کہ پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا :

أنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِهِ من بَابه

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو بھی علم کا ارادہ رکھتا ہے وہ دروازہ سے وارد ہو

یہ روایت حضرت امیر المومنین کے علاوہ کسی صحابی کے بارے میں نہیں ہے ،اسی طرح یہ روایت مختلف طریقوں اور بہت سی اسناد کے ساتھ اہلسنت کی کتابوں میں ذکر ہوئی ہے

(المعجم الکبیر:55/11؛تاریخ بغداد:181/3؛المستدرک:126/3و127؛کنزالاعمال:149/13)

اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام سب اصحاب سے افضل اور اعلی ہیں

ابن عباس کہتا ہے :

لقد أعطى على تسعة أعشار العلم وأيم الله لقد شاركهم فى العشر العاشر

(اسد الغبة:22/4؛الاستیعاب:1104/3؛تفسیر الثعالبی:52/1)

" نوے ۹۰ فیصد علوم علی علیہ السلام کے پاس ہیں اور دس ۱۰ فیصد باقی لوگوں کے پاس ،خدا کی قسم اس دس ۱۰فیصد میں بھی علی علیہ السلام شریک ہیں ۔ اسی طرح ابن عباس کہتا ہے :

ما عِلمی و علم أصحاب مُحمد ﷺ فِی علم علیاِلّا کقطرة فی سبعة أبحر

(ینابیع المودة:215/1؛مناقب آل ابی طالب:310/1)

میرا اور تمام صحابہ پیغمبراکرم ﷺ کا علم، علی علیہ السلام کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ۔ عایشہ کہتی ہے :

" علي أعلم الناس بالسنة

(تاریخ کبیر؛بخاری:255/2؛تاریخ مدینہ دمشق:405/42)

"اسی طرح علی ابن ابی طالب ؑ کے علاوہ کسی نے بھی

" سلونی قبل ان تفقدونی "

(المستدرک:122/3 ؛تاریخ مدینہ دمشق:400/42)

(مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ میں آپ لوگوں سے چلا جاوں) کا دعوی نہیں کیا ۔

عمر نے کئی بار کہا :

لولاعلي لهلك عمر، وكان عمر يتعوذ بالله من معضلة ليس فيها ابوالحسن، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ معضلة لم يكن فيها على ابن ابى طالب

(مناقب خوارزمی :98/97؛انساب الاشراف:29/99)

" اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہوجاتا ۔ اور وہ ہر مشکل سے اللہ کی پناہ طلب کرتا کہ جد وقت علی نہ ہوں۔ خدایا میں تجھ سے ہر اس مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں جس میں میرے ساتھ علی ابن ابی طالب نہ ہوں۔

اہل سنت کے بہت بڑے عالم نووی کہتا ہے : ہمارے لیے یہ ثابت ہے کہ تمام صحابہ اپنی علمی مشکل میں علی سے رجوع کرتے تھے لیکن ایک بھی ایسا مقام نہیں کہ جس میں علی نے دوسرے صحابہ کی طرف رجوع کیا ہو ۔

(تھذیب الأسماء واللغات:317)

البتہ کبھی یہ سوال پیش آتا ہے کہ حدیث

أنا مدنية العلم و علي بابها.

دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

أنا مدنية العلم و علي بابها و أبو بكر جدرانها و عمر سقفها و معاوية حلقتها

(ر ک کشف الخطفاء:204/1)

میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے اور ابوبکر اس کی دیوار اور عمر چھت اور معاویہ حلقہ ہے۔

مگر اہل سنت کے ایک عالم ابن جوزی کہتا ہے کہ یہ روایت جعلی ہے

(الفتاوی الحدیثیہ :197)

وضاحت ۔وفات پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بڑے پیمانے پر جعلی احادیث بنا کر آنحضرت کی طرف نسبت دی گئی۔

بعض نے ہر روایت جو امیر المومنین علیہ السلام یا اہلبیت کی شان میں تھی اسی طرح کی خلفاء کی نسبت سے روایات بنائیں ۔مثلا

روایت

" :سَدِّ الأَبوابِ إلّا بابَ عَلِي

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے دروازے کے علاوہ جتنے بھی گھروں کے دروازے مسجد کھلتے تھے ان کو بند کردیا ،اس کے مقابلے میں حدیث بنائی

" :سَدِّ الأَبوابِ إلّا خوخة أبي بكر

(صحیح بخاری:254/4؛مسنداحمد:270/1)

حالانکہ شیعہ اور سنی سب جانتے ہیں کہ ابوبکر کا مدینہ میں گھر ہی نہیں تھا اور اس کا گھر مدینہ سے باہر تھا ،یہاں تک کہ جب پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی ابوبکر مدینہ میں نہیں تھا ،عمر نے لوگوں کو روکے رکھا تاکہ ابوبکر مدینہ پہنچ جائے ۔

ایک اور روایت میں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

انّ الحسن والحسین سیدی شباب اهل الجنة

حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں ۔

اس کے مقابلے میں جعلی حدیث بنائی گئی کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

" ابوبکر و عمر، سیدا شیوخ اهل الجنة

(سنن ترمذی:3745/272/5؛مجمع الزوائد:53/9)

ابوبکر اور عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔حالانکہ شیعہ اور سنی روایات میں ہے کہ جو بھی دنیا سے جائے گا جوان ہوکر بہشت میں وارد ہو گا ۔

اثبات عقلی، ولایت امام علی علیہ السلام

قرآن کریم فرما رہا ہے:

{أَ فَمَن يهَدِى إِلىَ الْحَقّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يهَدِّى إِلَّا أَن يهُدَى}

(یونس:35)

جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ قابل اتباع ہے یا جو حق کی ہدایت کرنے کے قابل نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے۔

{ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُون}

(زمر:9)

کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے۔

{هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمَاتُ وَ النُّور}

(رعد:16)

کیا نور اور ظلمت برابر ہو سکتے ہیں۔

اس بنا پر قرآن میں افضل کو فاضل پر،اعلم کو عالم اور اهدی کو هادی پر برتری اور مقدم کرنا واضح ہے۔

اہلسنت کی کتابوں میں بھی اس کے بارے میں بہت سی روایات موجودہیں۔ابن عباس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

مَن وليّ مِنالمسلمين شئ مِن امورِ المسلمين وهو يَعلم أنّ فى المسلمين مَن هُو خَير لِلمسلمينَ مِنه، فَقَد خان الله ورسوله وخان جماعة المسلمين

(تاريخ مدينه دمشق:256/53؛کنزالاعمال:88/16)

(اگر کوئی شخص خلیفہ مسلمین ہو اور کوئی دوسرا اس سے زیادہ کتاب وسنت کے بارے میں آگاہی رکھتا ہو تو اس نے خدا اور رسول اور سب مسلمانوں سے خیانت کی)

اسی لیے افضل کے باوجود فاضل کی طرف جانا اور اعلم کی موجودگی میں عالم کی طرف جانا خدا اور سب مسلمانوں سے خیانت کے مترادف ہے۔

اسی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ فرض کریں اگر کوئی بھی آیت یا روایت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خلافت پر نہ ہو؛لیکن اسی حدیث کی بنیاد پر جوبیان ہو چکی ،اگر امام علی علیہ السلام کا دوسرے اصحاب سے مقایسہ کریں تو امام علی علیہ السلام کی سب پر برتری معلوم ہو جاتی ہے۔اور ضروری ہے کہ برتر شخص کو ہی خلیفہ تسلیم کیا جائے۔

اسی طرح اگر خلیفہ انتخاب کرنا چاہیں اور اس میں امتیاز ،افضلیت اور صلاحیت ہو تو پہلا امتیاز اعلمیت ہےکیونکہ دین کی حفاظت حاکم اسلامی کے وظایف میں سے ہے ۔

اہلسنت کتابوں میں ہے:

الشرط الاول هو كونه عالما مجتهدا فى الاصول والفروع ليقوم بامور الدين

(شرح المواقف:349/8)

امام کی ایک اور شرط شجاعت ہے،اسلام کے دفاع کے لیے۔خلیفہ دوم نے کہا:

وَ اللهِ لَوْ لا سَيْفُ عَلِيٍّ لَما قامَ عَمُودُ الدّين

(شرح نهج البلاغه؛ابی حدید:86/12)

خدا کی قسم اگر علی کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام سر بلند نہ ہوتا۔

اسی طرح جنگ خندق میں علی کے علاوہ کوئی بھی عمر ابن عبدود سے مقابلے کے لیے تیار نہیں ہوا اور جب حضرت علی نے اس کو شکست دی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ضَرْبَةُ عَليٍّ فِي يَوْمِ الخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبادَةِ الثَّقَلَيْنِ؛

(المستدرک:34/3؛تاریخ بغداد:19/13تفسیر الکبیر:196/6)

حضرت علی کی جنگ خندق کی ایک ضرب جنّ و انس کی عبادت سے افضل ہے۔

جنگ خیبر میں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:میں کل پرچم اس کے ہاتھ میں دوں گا جو خدا اور اس کے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چاہنے والا ہے اور خدا اور رسول بھی اسے چاہتے ہیں۔خلیفہ دوم کے بقول:تمام اصحاب یہ دیکھنے کےمنتظر تھے کہ یہ سعادت کسے نصیب ہوتی ہے۔

دوسرے دن نبی مکرم اسلام نے وہ پرچم علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا۔

(صحیح بخاری:12/4؛صحیح مسلم:195/5)

اسی طرح جنگ احد میں اکثر اصحا ب فرارکر گئے لیکن امیر المومنین علیہ السلام پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے اور آنحضرت کا دفاع کیا ۔اسی لیے ستر(۷۰)سے بھی زیادہ زخم آپ کے بدن مبارک پر آئے۔

(تاریخ طبری:518/2؛المغازی:240/1)

جنگ حنین میں بھی حضرت علی علیہ السلام اورگیارہ افرادکےعلاوہ باقی سب لوگ چھوڑ کربھاگ گئے۔

حضرت علی علیہ السلام کی زہد اورسادگی بے مثال ہے حضرت اپنی خلافت کے زمانے میں بھی سادہ لباس زیب تن کرتے تھے اور ایک خط میں عثمان بن حنیف کو لکھا:

أَلاَ وَإِنَّ لِكُلِّ مَأمُومٍ إِمَاماً، يَقْتَدِي بِهِ، وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ. أَلاَ وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَي مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ، وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَيْنِ

(نھج البلاغہ:خطبہ 45)

"یاد رکھو! کہ ہر مأموم کا ایک امام ہوتا ہے جسکی وہ اقتدا کرتا ہے اور اسی کے نور علم سے کسب ضیا کرتا ہے اور تمہارے امام نے تو اس دنیا میں صرف دوبوسیدہ کپڑوں اور دو روٹیوں پر گزارہ کیا۔،

اس مسألہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے آپ کو دنیا سے آلودہ نہیں کیا جس پر اتفاق نظر ہے،وہ ہی تھے جنہوں نے فرمایا:
یا دنیا الیك عنی غری غیری انی قد طلقتك ثلاثأ لا رجعة فیک أبدا

(شرح نھج البلاغہ:ابن ابی حدید:226/18)

اے دنیا میرے غیر کو دھوکہ دے بیشک میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجوع نہیں۔

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے: کہ ہر وہ امتیاز جوعلما اہلسنت نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے معین کیا ،وہ معیار فقط امیر المومنین علیہ السلام میں پایا جاتا ہے۔اگر کوئی آیت یا روایت اس بارے میں نہ ہو ،اور فقط عقل و وجدان پر اکتفا کریں تو امیر المومنین علیہ السلام کے علاوہ کسی کو بھی لائق خلافت نہیں پائیں گے۔

اوپر ذکر کیے گئے مطالب کی طرف توجہ کی جائے تو ہر پڑھنے والے کے ذہن میں ایک اساسی سوال آئے گا کہ علمائے اہلسنت ان حقایق کا اعتراف کیوں نہیں کرتے جو ان کی کتابوں میں ہیں؟

اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ سب علما اہلسنت نے حقانیت تشیع کا انکار نہیں کیا بلکہ جیسا کے تاریخ سے معلوم ہوتا ہے بعض کو جیسے ہی حق کی شناخت ہوئی فورا قبول کیا یہاں تک کہ سب امکانات اور سہولیات سے صرف نظر کیا۔

آقا شیخ محمد انطاکی ،الازہر یونیورسٹی مصر کے فارغ التحصیل اور دمشق کے قاضی القضاۃ(چیف جسٹس) جب سے روشناس ہوئےتو گزشتہ تمام عقائد کو چھوڑ کر شیعہ ہو گئے اور

(لماذا اخترتُ الشیعه؟

میں نے شیعیت کیوں اختیار کی؟ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔شیعہ ہونے کے بعد ان کو قاضی القضاۃ کے منصب سے ہٹا دیا گیا،انکی تنخواہ بند کر دی گئی اور ان سے سرکاری رہایش واپس لے لی گئی۔ یہاں تک کہ وہ روٹی تک کے محتاج ہو گئے لیکن پھر بھی استقامت کی ،اور شیعہ ہی رہے۔جب حضرت آیت اللہ العظمی بروجردی کو پتہ چلا تو وہ آقا شیخ محمد انطاکی کے لیے ہر مہینہ وظیفہ بھیجتے۔

اسی طرح ڈاکٹر عصام العماد ،شاگرد بن باز اور امام محمد بن سعود ریاض یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اس نے اثبات کفر شیعہ کتاب لکھی۔اور جب مذہب شیعہ سے آشنا ہوئے تو وہابیت سے کنارہ کشی کی اور شیعہ ہو گیا۔انہوں نے ایک کتاب

(المنهج الجدید والصحیح فی الحوار مع الوهابیین،)

کے نام سے لکھی ۔

مراکش کے مشہور رائٹر ادریس الحسینی نے کہا: میں مراکش میں ایک شیعہ عالم کی محفل میں بیٹھا ہواتھا تو انہوں نے معاویہ اور یزید کے بارے میں برا بھلا کہا تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ایک مدلل اور دندان شکن مقالہ(مضمون) لکھ کر مراکش کے اخبارات میں چھپوا کر اس خطیب کو چپ کراوں گا۔اسکے بعد تاریخ طبری،تاریخ ابن اثیر، تاریخ ابن خلدون و۔۔۔۔میں تحقیق کی جتنی زیادہ تحقیق

کرتا گیا اتنا شیعہ کی حقانیت کے قریب اور اپنے عقائد سے دور ہوتا گیا۔یہی شخص جو معاویہ اور یزید کے دفاع میں کتاب لکھنا چاہتا تھا۔ایک کتاب لکھی جس کا نام

(لَقَد شَيَّعَنى الحسين)

ہے۔

"موسوعة الحياة المستبصرين،،

نامی ایک کتاب جو چودہ جلدوں پر مشتمل ہےاس میں اس طرح کے سینکڑوں نمونہ موجود ہیں۔

اسی طرح تاریخ میں بہت سے ایسے بھی ہیں جنکو مذہب شیعہ پر اعتقاد کیوجہ سے بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔جیسے صحاح ستہ میں سے ایک کے مصنف نسائی فضیلت علی علیہ السلام پر ایک کتاب لکھ کر منطقہ شامات میں شایع کرنا چاہتا تھا ۔اس نے منبر پر علی علیہ السلام کی فضیلت پر ایک روایت پڑھی تو اسے کہا گیا کہ فضیلت معاویہ پر کیوں نہیں پڑھتے ہو؟تو اس نے کہا کیا معاویہ کی بھی فضیلت ہے ؟ معاویہ کی فضیلت یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا :

" لا أ شبعَ الله بَطنَه ،،"

خدا معاویہ کے شکم کو سیر نہ کرے۔،، اس پر اس مشہور شخصیت کو منبر سے اتار کر اتنا مارا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا تے ہوئے مر گیا۔

جب اہلسنت کے بزرگ عالم ابن سقاف ،منبر پر نقل کیا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا:خدایا اپنی محبوب ترین اور بہترین خلقت کو بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس غذا میں شریک ہو۔اسی وقت حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ تو اس کو منبر سے اتارا اور کہا جو حدیث علی علیہ السلام کے بارے میں کہی ہےاس کی وجہ سے منبر نجس ہو گیا ہے۔

(البدايه والنهايه:147/11)

طبری کے شرح حال، میں ہے کہ اس کو اپنے ہی گھر میں زندانی کیا گیا اور مارا پیٹا تا کہ معاویہ کے بارے میں کوئی روایت پڑھے۔مگر اس نے کہا :میرا وجدان اجازت نہیں دیتا کہ میں معاویہ کے بارے میں جعلی روایت بناوٴں۔میں ایسی زندگی کو تحمل کرنے پر راضی ہوں لیکن ایسا نہیں کروں گا ۔

کینیڈا یونیورسٹی کے ایک اعلی عیسائی پروفیسر تھے وہ یونیورسٹی میں اسلام شناسی پر لیکچر دیتے ، اپنے موضوع پر مسلط ہونے کی وجہ سے ان کے لیکچرز کو بہت پسند کیا گیا۔ پھر وہ وہابی ہو گیا ۔اس کو امام محمد بن سعود یونیورسٹی کی تدریس کی دعوت کی گئی تو اس نے قبول کر لیا ۔

اس کو کہا : کہ شیعہ مشرک اور بدعتی ہیں ۔اور اس سے شیعہ عقائد کے ردّ پر کتاب لکھنے کی درخواست کی گئی جو اس نے قبول کر لی اور ان ے کہا کہ ان کی کچھ کتابیں دیں۔ یونیورسٹی نے شیعہ کتابوں کیساتھ کچھ اہلسنت کی بھی کتابیں دیں ۔مگر تحقیق کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ ہی حق پر ہے ۔ اسی لیا اس نے سٹوڈنٹس کو خطاب میں کہا :

مجھ سے مذہب شیعہ کے عقائد کے رد پر کتاب لکھنے کو کہا گیا۔ لیکن مطالعہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اسلامی مذاہب میں سے شیعہ ہی حق پر ہیں۔آخر کار سعودی حکومت نے اس کو زندان میں ڈال دیا ۔پھر کینیڈین ایمبیسی نے اسے آزاد کرواکر کینیڈا بھیج دیا۔ وہ شام میں تھے اور بہت سے بزرگان اور علمی شخصیات سے ملاقات کی اور اب لندن میں رہتے ہیں اور مذہب شیعہ کی حقانیت پر کتاب لکھ رہے ہیں۔

چوتھی فصل

سوالات اور ان کے جوابات

سوال:

پیغمبر کا چار ذی الحجہ کو خطبہ دینے کا کیا مقصد تھا؟

(چار ذی الحجۃ کےخطبہ سےمراد وہ خطبہ ہے جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو حج بیت اللہ کو عمرہ میں تبدیل کرنے کا حکم دیا۔)

جوابات

(ان سوالات میں جو جوابات دیے ہیں وہ جامعۃ المصطفی العالمیہ کے طلاب کی فکری تراوشات کا نتیجہ ہیں جس میں تکراری موارد کو حزف کر کے پیش کیا گیا ہے)

احکام حج نازل ہونے سے پہلے ،اعراب دو صورتوں میں حج بجا لاتے تھےپہلی صورت کا نام حج قران ہے یہ ان کے لیے جو اپنی سرزمین (وطن) سے قربانی اپنے ساتھ لاتے تھے۔اور دوسری صورت کانام حج افراد ہے یہ ان کے لیے مخصوص تھی جو اپنے ہمراہ قربانی نہیں لاتے تھے۔حج افراد میں حاجی میقات سے احرام پہنتے اور آخر حج تک لباس احرام نہیں اتارتے ۔

سورہ بقرہ

{ وَ أَتِمُّواْ الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَ لَا تحَلِقُواْ رُءُوسَكُمْ حَتىَ يَبْلُغَ الْهَدْىُ محَلَّهُ فَمَن كاَنَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلىَ الْحَجّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يجَدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فىِ الْحَجّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كاَمِلَةٌ ذَالِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الحْرَامِ وَ اتَّقُواْ اللَّهَ وَ اعْلَمُواْ أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَاب }

کی ۱۹۶ نمبر آیت کے نزول کے بعد پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج افراد ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دی جو مکہ سے ۹۶ کیلو میٹر سے کم فاصلہ سے مناسک حج کے انجام کے لیے اس شہر میں آتے تھے۔باقی مسلمان من جملہ وہ جو دور سے آتے ہیں اور اپنے ساتھ قربانی نہیں لاتے ان کا وظیفہ عمرہ تمتع کو حج تمتع سے جدا انجام دینا ہے ۔ اس صورت میں مسلمان میقات میں محرم ہوتے اور عمرہ کے انجام دینے کے بعد احرام سے خارج ہوتے ۔اس کے بعد حج تمتع کے لیے دوبارہ مکہ میں محرم ہوتے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چار ذی الحجہ کے خطبہ اور حج تمتع کو حج افراد سے جدا کرنے کے اہم مقاصد اور اہداف یہ تھے

۱ ۔ زمانہ جاہلیت میں اعراب احرام سے خارج ہونے کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے

(صحیح بخاری:152/2؛صحیح مسلم:56/4)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان خرافات کا مقابلہ اوران اعتقادات کو جو اسلامی دستورات کے مخالف تھے ختم کرنے کے لیے حج تمتع کو عمرہ سے جدا کیا۔

۲ ۔ بعض موارد میں اسلامی احکام بتدریج نازل ہوئے ۔ مثلا شراب کے بارے میں پہلے سورہ بقرہ کی آیہ ۲۱۹ میں بیان ہوا شراب کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں ۔(اس کا گناہ اس کے فائدہ سے زیادہ ہے) پھر دوسرے مرحلے میں سورہ نسا آیہ ۴۳ میں فرمایا:انسان نشہ اور مستی کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔ آخر کار تیسرے مرحلے میں سورہ مائدہ آیہ ۹۰ میں کلی طور پر شراب حرام قرار دی۔

حج کے احکام بھی اسی طرح نازل ہوئے ۔سب سے پہلے حج کا کلی حکم بیان ہوا ،پھر کچھ عرصہ بعد حجۃ الوداع میں حج افراد کو حج تمتع سے جدا ہونے کے ساتھ حج کے احکام مکمل ہوئے۔

۳ ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح اپنے اصحاب کی پہچان کر رہے تھے کہ کون پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطیع نہیں ہیں اورکون احکام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو کہ احکام الھی ہیں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

۴ ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے ذریعے امام علی علیہ السلام کی جانشینی کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک سادہ فقہی مسألہ کی تبدیلی پراصحاب اسطرح مخالفت کر رہے ہیں ۔تو امام علی علیہ السلام کی جانشینی کے وقت بھی مخالفت کریں گے۔ اس لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتویں ذی الحجہ کو بعض ا صحاب کے بےجا اعتراض پرناراض ہوئے۔

اسی وجہ سے غدیر کے دن ولایت علی علیہ السلام کے مسألہ میں کوئی بھی اعتراض کی جرأت نہ کر سکا۔سوائے حارث بن نعمان کے جو عذاب الہی میں گرفتار ہو گیا۔

اسکے علاوہ خدا نے بھی سورہ بقرہ کی ۱۹۶ نمبر آیت کے آخر میں اعلان فرمایا کہ جو بھی احکام الہی کی مخالفت کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہو گا۔

(حج تمتع ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اہل مسجد الحرام کے حاضر شمار نہیں ہوتے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے) ۔

۵ ۔ کتاب سیرہ حلبیہ میں ہے: رسول اکرم نے حجۃ الوداع کےسفرمیں مکہ مکرمہ میں وارد ہونے کے بعد اور کوہ مروہ کےساتھ مراسم سعی کے انجام کے بعد فرمایا: جو اپنے ساتھ قربانی نہیں لائے وہ احرام چھوڑ دیں اور ترویہ کےدن، حج تمتع کے لیے محرم ہوں۔لیکن صحابہ نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ بعض نے نا مناسب الفاظ میں اعتراض کی۔جب پیغمبرﷺ نے یہ سنا تو کوہ صفا کے پاس خطبہ دیا اور فرمایا:" اے لوگو؛میں تم سب میں سے زیادہ خداسے آگاہ اور با تقوا ہوں اگر میں یہ جانتا ہوتا کہ کیا پیش آئے گا تو میں بھی اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا اور احرام چھوڑ دیتا،،

(سیرہ الحلبیہ: 318/3)

٦ ۔ لوگوں کے لیے احکام دین آسان کرنا پیغمبراکرم ﷺ کے اہداف میں سے ہے اور ان میں سے ایک اعمال حج ہیں

٧ ۔ احکام الٰہی کا اجرا کرنا سب پر واجب ہےرسول اکرم نے فرمایا :

لو لا انّی سِقتُ الھُدیٰ لَفعَلتُ مثلَ امر تُکُم به ففعلوا ا اَھلّوا ففسخ الحج الی العمرة

(سیرہ الحلبیہ: 318/3)

اگر میں بھی اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا تو جس طرح تمہیں حج کو عمرہ میں تبدیل کرنے کا حکم دیا ہے خود بھی اسی طرح کرتا

۔

٨ ۔ احکام اسلام من جملہ حج تمتع،کے احکام تا ابد تبدیل نہیں ہوں گے۔اور پہلے کی طرح رہیں گے۔کیوں کہ روایات میں ہے کہ خطبہ کے دوران کسی نے پیغمبراکرم ﷺسےسوال کیا ۔کیا یہ حکم اس سال کے لیے ہے یا تا ابد باقی ہے؟

تو پیغمبراکرم ﷺنے تین مرتبہ فرمایا: یہ تا ابد ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جنہوں نے رحلت پیغمبرﷺکے بعداس حکم کو تبدیل کیا انہوں نے آنحضرت کے دستور کی واضح مخالفت کی ہے۔

سوال:

بعض اصحاب کی پیغمبر ﷺ سے مخالفت کی کیا وجہ تھی؟

جوابات:

۱ ۔ جیسا کہ ذکر ہوا اعراب حج کو دو صورتوں میں انجام دیتے تھے اور احرام حج چھوڑنے کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے ۔نو مسلمان جاہلیت کے عقاید سے انس کی وجہ سے آسانی سے ان کو نہیں چھوڑتے تھے اسی لیے جب پیغمبراکرم ﷺ نے ان غلط رسوم سے منع کیا تو پیغمبراکرم ﷺ کی مخالفت کی۔ قرآن نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(حجرات:1415)

۲ ۔ بعض اصحاب کی مخالفت کی وجہ وہ کینہ تھا جو گذشتہ زمانے سے پیغمبرﷺ کےساتھ رکھتے تھے کیونکہ صدر اسلام کی جنگوں میں ان کے بہت سے رشتہ دار خود پیغمبرﷺ کےہاتھوں یا ان کے حکم سے قتل ہوئے اس لیے ہر موقع پر پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرتے اور ان کو اذیت دیتے تھے ۔

۳۔ بعض اصحاب کا احتمال تھا کہ پیغمبر ﷺ بہت جلد اپنا جانشین مقرر کرنے والے ہیں اس لیے انہوں نے پیغمبر ﷺ کی مخالفت کا ارادہ کر لیا تاکہ لوگوں کے دلوں سے پیغمبر ﷺ کا احترام ختم ہو جائے ۔وہ اپنے اس عمل سے لوگوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ بے چوں چراں پیغمبر ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے۔

۴۔ وہ لوگ جوپہلے پیغمبر ﷺ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ان کے وضو کا پانی اور ان کے بال مبارک کو بطور تبرّک لے جاتے۔لیکن جب ایک اہم مسالہ پیش آیا تو پیغمبر ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑ لیا۔ اس کی بنیادی وجہ ، ان کی اخلاقی اور ایمانی کمزوری تھی ۔با الفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ:

(الف) انہوں نے ابھی تک حق کو دل و جان سے قبول نہیں کیا تھا۔

(ب) پیغمبر خدا کو رہبر آسمانی اور انسان کامل نہیں مانتے تھے

(ج) یہ نہیں جانتے تھے کہ پیغمبر کی مخالفت ہی خدا کی مخالفت ہے۔

۵۔ اس لیے جہاں پر پیغمبرﷺ کی اطاعت ضروری تھی تو اپنی عقل کے مطابق چلتے اوراجتہاد کرتے۔حجۃ الوداع کےعلاوہ پیغمبرﷺ کی مخالفت کا واضح نمونہ سقیفہ میں دیکھا جاسکتاہے۔کیونکہ جو لوگ سقیفہ میں تھےکہتے تھےکہ ابوبکربزرگ ہےاور علی جوان ہے بزرگ بہترہےکہ لوگوں پرحکومت کرے۔جب کہ جانشینی علی علیہ السلام کےلیے پیغمبر ﷺ کا صریح حکم تھا۔

(تاریخ طبری: 218/3؛الکامل فی التاریخ:13/2؛الامامہ والسیاسہ:21/1)

۶۔ مکہ کےلوگوں کی درآمد حجاج کےساتھ تجارت پرموقوف تھی ۔وہ ڈرتےتھےکہ یہ نیا حکم حج و عمرہ ایک وقت مـیں انجـام ہـو گا۔ اس صورت میں وہ حج و عمرہ کے زمانے میں تجارت سے محروم ہو جاتے ،اور یہ ان کے لیےبہت بڑا اقتصادی نقصان تھا۔

سوال:

کیا قرآن و سنت کی رو سے سب اصحاب کی عدالت ثابت کی جا سکتی ہے؟

جوابات:(الف)۔

قرآن کی رو سے: قرآن کریم میں بہت ساری آیات عدالت صحابہ کو رد کرتی ہیں ۔

1{وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَ فَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلىَ أَعْقَابِكُمْ}

(العمران:144)

اور محمد تو صرف اللہ کے رسول ہیں جن سے پہلے بہت سارے رسول گزر چکے ہیں اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو آپ الٹے پاوٴں پلٹ جاوٴ گے

2۔ {أَ لَمْ تَرَ إِلىَ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُواْ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَ مَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلىَ الطَّغُوتِ وَ قَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ وَ يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالَا بَعِيدً}

(نساء:60)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ آپ پر اور آپ سے پہلےنازل ہونے والی چیزوں پـر ایمـان لـے آئے ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جبکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کـریں اور شـیطان تـو یہی چاہتا ہے کہ انہیں گمراہی میں دور تک لے جائے

3 {فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُ }

(نساء:65)

پس آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپکو اپنے اختلافات میں حکَم نہ بنائیں

4 ۔ {إِنَّ الَّذِينَ اشْترَوُاْ الْكُفْرَ بِالْايمَانِ لَن يَضُرُّواْ اللَّهَ شَيْا وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِي }

(ال عمران:177)

جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا ہے وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور انکے لیا درد ناک عذاب ہے

5 ۔ {مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٍ بِالْإِيمَانِ وَ لَاكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيم }

(نحل:106)

جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے۔۔۔۔۔علاوہ اس کے کہ جو کفر پر مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو۔۔۔اور کفر کے لیے سینہ کشادہ رکھتا ہو اس کے اوپر خدا کا غضب ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

6۔ {وَ مِمَّنْ حَوْلَكمُ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُواْ عَلىَ النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نحَنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبهُم مَّرَّتَينْ ثمُ يُرَدُّونَ إِلىَ عَذَابٍ عَظِيم }

(توبہ:101)

اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم انکو نہیں جانتےہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں عنقریب ہم ان پر دوہرا عذاب کریں گے اس کے بعد یہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دیے جائیں گے

۷۔سورہ بقرہ کی آیات ۱۵،۱۴،۱۳،۱۰،۹،۸،

۸۔سورہ منافقون کی آیات ۹،۶،۲،۱

۹۔ مسجدضرارکے متعلق آیت کہ جو بعض صحابہ کے توسط سے بنائی گئی اور پیغمبرﷺ نے اسے صفہ ہستی سے مٹا دیا۔

(توبہ:107)

(ب) سنت کی نظر میں:

تاریخی کتابوں میں بہت سی روایات ہیں جو بعض صحابہ کے عادل نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے

(ا) صلح حدابیہ میں قریش کے ساتھ صلح میں بعض اصحاب نے پیغمبراکرم ﷺ کی مخالفت کی۔

(صحیح بخاری:182/3؛ صحیح مسلم:175/5)

(۲)جب رسول خدا سے سوال ہوا کہ منافقین کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ آنحضرت نے جواب دیا: تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں ۔

(صحیح بخاری :160/4؛ صحیح مسلم:19/8)

(۳)بعض صحابہ کی مخالفت قلم کاغذ نہ لانے میں پیغمبراکرم ﷺ کی وصیت لکھنے کے لیے ۔

(صحیح بخاری :138/5؛ صحیح مسلم:325/1)

(۴)خود صحابہ کی ایک دوسرے سے مخالفت جیسے خلیفہ سوم کا اصحاب کے ذریعے قتل کا واقعہ یا معاویہ اور حضرت علی علیہ السلام کے درمیان جنگ۔

(۵)بہت سے اصحاب کو خلیفہ دوم یا امام علی علیہ السلام کے توسط سے حد کا جاری ہونا۔

(سیوطی نے اصحاب میں سے ۱۱۶ کے نام لکھیں ہے جن پر حد جاری ہوئی۔)

(٦)تاریخی کتابوں میں ہے پیغمبراکرم ﷺ کے ایک معروف صحابی ثعلبہ انصاری، پیغمبراکرم ﷺ کی دعا سے بہت ساری بھیڑوں کا مالک بنا مگر کچھ عرصے بعد منکر زکواۃ ہو گیا اور قران نے اسے واضح کافر قرار دیا۔

(ر ک تفسیر ثعالبی:198/3)

(۷)صحابہ پیغمبراکرم ﷺ کا ایک نمونہ معاویہ بن سفیان ہے جس کا بہت سارے لوگوں حتیٰ صحابہ پیغمبر ﷺ کے قتل میں ہاتھ ہے ۔

(۸)صحابی رسول مالک بن نویرہ کا ایک اور صحابی خالد بن ولید کے توسط سے قتل ہوا اور خالد کا مالک کی ہمسر پر تجاوز۔

(شرح نہج البلاغہ؛ ابن ابی الحدید:179/1)

مجموعی طور پر قرآنی آیات اور روایات سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سارے اصحاب عادل نہیں تھے بلکہ بعض عادل اور بعض غیرعادل تھے۔

سوال:

کیا امام علی علیہ السلام نے خلفا کی بیعت کی؟

جواب:

بیعت امیر المؤمنین علیہ السلام کے حوالے سے اہلسنت کے نزدیک چھے مہینے تک ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔وہ کہتے ہیں کہ جب تک حضرت صدیقہ طاہرہ قید حیات تھیں امیر المومنین علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی ۔ لیکن رحلت صدیقہ طاہرہ کے بعد بھی حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہیں کی۔

صحیح مسلم میں ہے جب امیر المومنین علیہ السلام چھ مہینے کے بعد بیعت نہیں کی تھی ۔ ایک دن ابوبکر سے کہا کہ میرے گھر آو

البتہ اس شرط کیساتھ کہ عمر کو ساتھ نہ لانا۔حضرت نے فرمایا:

کراهية مَحضَرِ عُمر

(صحیح مسلم:154/5؛ صحیح بخاری :83/5)

"عمر کو دیکھنا پسند نہیں کرتا،،

اسی طرح علی علیہ السلام نے ابوبکر سے فرمایا:

ولكنّك استبددت علينا بالأمر حتّى فاضت عينا أبی بكر

(صحیح مسلم 5 /:154)

تو نے خلافت میں ہمارے حق میں ظلم کیا ۔ ۔ ۔یہاں تک کہ ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

بیعت کا معنی بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی جائے ،ان کے درمیان اطاعت اور پیروی کا عہد کرنا ہے۔مگر تینوں خلفا کی طول خلافت میں علی ابن طالب علیہ السلام ان تینوں خلیفوں میں سے کسی کی اطاعت نہیں کی اور انکے مقام اور خلافت کو قبول نہیں کیا ۔ البتہ بہت سارے موقعوں پر خلفا نے حضرت سے مشورت کی۔لیکن یہ کام بیعت میں شمار نہیں ہوتا کیونکہ یہودیوں کو بھی مشورہ دیتے تھے ۔اس لیے خلفا کے ساتھ حضرت کا انکی حکومت اور جنگوں میں شرکت نہ کرنے سے مشخص ہو جاتا ہے کہ حضرت کی بیعت اجباری اور ظاہری تھی۔

شیعہ کے بزرگ عالم شیخ مفید فرماتے ہیں:

والذی عليه محققوا لشيعة أنه لم يبايع علی ساعة قط

(فصول المختاره :56)

"شیعہ محققین کے مطابق ،علی ابن ابی طالب ؑ نے لحظہ بھر بھی خلفا کی بیعت نہیں کی،،

اہلسنت کی بعض کتابوں میں ہے : پیغمبر ﷺ کی رحلت کے تیسرے دن امام علی علیہ السلام کو کھینچ کر مسجد لایا گیا۔بہت سے لوگ حضرت کے گرد جمع تھےاور علی کے ہاتھ کھول کر ابوبکر کے ہاتھ پر رکھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

فمسح أبو بكر يده علي يد علي و علي مضمومة. —

(اثبات اوصیہ:146)

"ابوبکر نے اپنا ہاتھ ،علی کے ہاتھ پر رکھا جبکہ حضرت کے ہاتھ بند تھے،،۔

واضح ہے کہ اس بیعت کی کوئی اہمیت نہیں اور قابل قبول نہیں کیونکہ دنیا میں کوئی بھی کسی کے بند ہاتھوں پر بیعت نہیں کر سکتا۔

سوال:

کن قرائن اورشواہدسےامامت امیرالمومنین علیہ السلام کلمہ مولیٰ اورواقعی غدیرسے ثابت کی جاسکتی ہے؟

جواب:

حدیث غدیر میں کلمہ (مولیٰ) سے مراد ،اولی بالتصرف ہونا بہت سے دلائل اور شواہد سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ان دلائل کو چند اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱-دلائل اور شواہد قرآنی اور تفاسیر مفسرین

۲-دلائل اور شواہد،مکانی،زمانی،حالی

۳-خود خطبہ غدیر کے متعلق دلائل اور شواہد

۴-روایات سے قرائن اور شواہد

۵-عرب شاعروں کے اشعار سے قرائن اور شواہد

دلائل قرآنی اور تفاسیر مفسرین

واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں کلمہ مولا بلکہ بہت سے موارد میں اس کا ایک ہی معنی ہے اور وہ اولویت و شائستگی اور بالفاظ دیگر سرپرستی ہے قرآن نے بھی بہت سی آیات میں لفظ مولا کو سرپرست اور "اولیٰ،، استعمال کیا ہے۔قرآن میں کلمہ مولا ،اٹھارہ آیات میں آیا ہے۔جن میں سے دس موردخدا کے بارے میں ہیں ۔یہ واضح ہے کہ مولویّت خداوند بمعنی اولویت اور سرپرستی خدا ہے۔

بعض آیات کی جانچ سے پتہ چل سکتا ہے کہ کلمہ مولیٰ حدیث غدیر میں اولویت کے معنی میں ہے۔ ان آیات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱ ۔ { يَأَيهُّا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّک}

(مائدہ:67)

اہلسنت کے بہت سارے علما یقین رکھتے ہیں کہ آیت تبلیغ غدیر کے دن نازل ہوئی۔اس آیت میں جس مسئلہ کے ابلاغ پر پیغمبراکرم ﷺ مامور ہوئے نماز،روزہ جیسے احکام نہیں کیونکہ یہ احکام اس آیت سے پہلے نازل ہو چکے تھے اور پیغمبر ﷺ بھی انکے بیان سے خوفزدہ نہیں تھے اس لیے یہ اہم پیغام احادیث اہلسنت کے مطابق یہ مسئلہ خلافت اور جانشینی پیغمبراکرم ﷺ تھا۔جس کے ابلاغ پر آنحضرت مامور ہوئے تھے۔

۲۔ اسی طرح اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبراکرم ﷺ جس کے بیان پر مامور ہوئے تھےابھی تک عمومی طور پر بیان نہیں ہوا تھا۔دوسری طرف جانشینی اور امت اسلام کی سرپرستی کا مسئلہ باقی تھا کیونکہ دین کے سارے احکام پہلے بتائے جا چکے تھے۔

۳ ۔ آیت اکمال دین

{ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتيِ وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْاسْلَامَ دِينًا }

(مائدہ: 3)

اہلسنت کی کتابوں کی بہت سی احادیث کے مطابق یہ آیت واقعہ غدیر کے بعد نازل ہوئی۔یعنی جب حضرت علی علیہ السلام خلافت کے لیے منسوب ہوئے تھے۔

(الاتقان:31/1؛تاریخ یعقوبی:35/2؛تاریخ بغداد:290/8؛الدرالمنثور:259/2؛تاریخ ابن عساکر:75/2؛تذکرة الخواس:230؛تفسیر ابن کثیر:14/2؛شواهد التنزیل:157/1؛الاتقان:31/1)

۴ ۔ { أَطِيعُواْ اللَّهَ وَ أَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَ أُوْلِي الْأَمْرِ مِنكم}

(نساء:59)

اس آیت میں خدااور پیغمبراکرم ﷺ کی اطاعت کے مساوی اولی الامر کی اطاعت قرار پائی ہے۔ اس آیت کے ذریعے پیغمبراکرم ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت اور عصمت کو بغیر کسی شرط وقید کے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

۵ ۔ { سَأَلَ سَائلُ بِعَذَابٍ وَاقِع }

(معارج:1)

اہلسنت کی بہت سی بہت سی تفسیر کے مطابق ،یہ آیت واقعہ غدیر خم میں حارث بن نعمان نامی صحابی کی مخالفت کے بعد نازل ہوئی۔

(ر ک سیرہ الحلبیہ:337/3؛تفسیر الثعلبی:35/10؛تفسیر القرطبی:279/18)

۶ ۔ آیت

{ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن دِينِكُمْ }

(مائدہ:3)

غدیر کے دن نازل ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہےکہ علی کا پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ او جانشین مقرر ہونے سے دشمن اسلام کو نقصان پہنچانے سے نا امید ہو گیا ۔

۷ ۔ سب شیعہ اور سنی مفسرین نے اعترف کیا ہے کہ آیت مباہلہ میں خدا نے علی علیہ السلام کو نفس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا ہے اور کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا ۔ یقینا ہونا دوستی سے بالا تر ہے۔ اگر مولا کا معنی اس عبارت

من کنت مولاہ فهذا علی مولاہ

میں دوستی ہو تو اتنا اہم نہیں تھا کہ حارث بن نعمان اعتراض کرتا حالانکہ واقعہ مباہلہ میں بھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

دلیل از صدر و ذیل حدیث

۱ ۔پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ

" من کنت مولاہ فهذا علی مولاہ،،

سے پہلےیہ سوال کیا ،

ألستُ أولى بِكم مِن أنفسكم؟،

(سنن ابن ماجه:43/1؛سیرہ النبویه؛ ابن کثیر:417/4؛البدایه والنهایه:229/5؛تاریخ بغداد:236/4؛تفسیر طبری:428/3)

،اس جملے کے لانے کا مقصد یہ تھا کہ جو حق پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے علی علیہ السلام کے لیے بھی وہی ثابت ہے۔

۲ ۔ عموما اگر ایک کلمہ کے بہت سارے معنی ہوں تو بولنے والا اپنے مورد نظر معنی کے لیے قرینہ لاتا ہے۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کلمہ مولی کا صحیح معنی سمجھانے کے لیے جو قرینہ استعمال کیا ہے وہ یہ ہے کہ فرمایا

" الست اولی بکم،،

اس کے فورا بعد فرمایا :

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ

پہلے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مورد نظر معنی یہی سرپرست ہے۔

۳ ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ غدیر میں فرمایا:میں بہت جلد آپکے درمیان سے چلا جاؤں گا۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد کے لیے وصیت کر رہے ہیں اور پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہم مسئلہ ولایت اور جانشینی آنحضرت تھی دوستی کے مسائل نہیں۔

۴ ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ

" من کنت مولاہ،،

کے فورا بعد فرمایا:

"اللہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمة،،

(شواھد التنزیل:202/1؛مسند احمد:489/6؛صحیح ترمذی:590/5؛سنن کبری:45/5)

جبکہ جانتے ہیں کہ علی کی دوستی سے دین مکمل نہیں ہوتا بلکہ ولایت علی علیہ السلام سے دین مکمل ہوتا ہے ۔

۵ ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو کے آغاز میں لوگوں سے تین اہم اسلامی اصولوں کا اقرارلیا اور فرمایا: کیا آپ گواہی نہیں دیتے کہ خدا کے علاوہ کوئی خدا نہیں ، محمّد اللہ کے بندہ اور رسول ہیں اور بہشت اور دوزخ کا وجود ہے؟پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار لینے کا مقصد لوگوں کو تیار کرنا تھاتاکہ جو مقام علی علیہ السلام کے لیے ثابت کریں گے اس کو پہلے والے اصولوں کی طرح قبول کریں۔اسی طرح اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلام علی علیہ السلام کی دوستی کو بیان کرنے کے لیے نہیں تھی ۔کیونکہ اس مطلب کا اصول دین کے ساتھ کوئی ربط نہیں۔

۶۔پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث ثقلین میں اہلبیت کو قرآن کے مساوی قراردیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا مقصد حضرت علی علیہ السلام کے بلند مرتبہ اور آپ کے بعد دین اسلام کی پاسداری کو بیان کرنا تھا۔

۷۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر میں حاضرین کو حکم دیا کہ ان کا یہ حکم غائبین تک پہنچائیں۔ اس سے اس واقعہ کی اہمیت اور آئندہ مسلمانوں میں اس کا نمایاں کردار ظاہر اور واضح ہے۔

قرائن اور شواہد مکانی،زمانی اور حالی

۱ ۔ خطبہ غدیر میں اگر پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد علی علیہ السلام کی دوستی ہوتا اس گرم اور سوزان بیابان غدیر میں اس مسئلہ کو بیان کرنا ضروری نہیں تھا کیونکہ قرآن کریم نے واضح طور پر اس آیت

{إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ}

(حجرات:10)

میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہےاس مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی اہم مقصد تھا۔

۲ ۔ تاریخ میں ہے ہجرت کےپہلے سال پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نےمسلمانوں کےدرمیان عقد اخوت پڑھا اور انکو ایک دوسرے کابھائی بنایا۔اسکےبعد اپنا علی علیہ السلام کےساتھ عقد اخوت پڑھا۔اس سے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافی حد تک حضرت علی علیہ السلام کی اہمیت اور مقام سب کو بتایا۔ اس لیے ضروری نہ تھا کہ عربستان کےصحرا میں مسلمانوں کو جمع کر کے علی علیہ السلام کیساتھ اپنی دوستی یاد دلائیں ۔اس سے واضح ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی اور مطلب بتانا چاہتے تھے۔

۳ ۔ امیر المومنین علیہ السلام کے منصوب ہونے کے بعد بیعت کے مراسم انجام پائے۔اور حضرت کو دی جانے والی مبارکبادی سے معلوم ہوتا ہے حضرت علی علیہ السلام رہبر اور جانشین پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور پر منصوب ہوئے۔

۴۔اسی طرح خلیفہ دوم کا امام علی علیہ السلام کی بیعت کے وقت کلمہ (اصبحت) استعمال کرنا۔

۵ ۔ واقعہ غدیر کے بعد لوگ حضرت علی علیہ السلام کو سلام کرتے ہوئے لفظ مولا استعمال کرتے تھے اور اس کی علت غدیر خم میں ابلاغ ولایت امیر المومنین علیہ السلام گردانتے۔اس سے اچھی طرح غدیر آشکار ہوتی ہے

(الغدیر:156 مقدمہ)

۶ ۔ مقام غدیر کی طرف توجہ کریں تو یہ مسلمانوں کی ایک دوسر سے جدا ہونے کی جگہ تھی ۔اور ولایت امام علی علیہ السلام کے ابلاغ کے لیے مناسب جگہ تھی۔ کیونکہ یہ جگہ غدیرکے پروگرام کو مسلمانوں کے لیے یاد دہانی کا باعث بنتی۔اس کے علاوہ جب حجاج تین دن دیر سے اپنے گھروں کو پہنچتے ، تو لوگ ان سے تاخیر کی وجہ پوچھتے ۔یہ سب چیزیں اخبار غدیر کے منتشر اور لوگوں کے ذہنوں میں باقی رہنے کا سبب بنے۔

دلائل روائی:

۱۔ پیغمبر ﷺ جب بھی کسی ایسے شخص سے ملتے جس کا رویہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ صحیح نہیں یا پیغمبر ﷺ سے آپ کی جاہلانہ شکایت کرتے تو انکو فرماتے:

ماذا تريدون من علي؟ إنّ علياً منّي وأنا منه وهو ولي كلّ مؤمن بعدي.

(سنن ترمذی:297/5؛سنن الکبری:45/5)

(علی سے کیا چاہتے ہو، وہ مجھ سے ہےاورمیں اس سے ہوں،اورمیرے بعد علی سب مومنین کا ولی و سرپرست ہیں)۔

اگرچہ لغت میں ولی کے بہت سارے معنی ہیں لیکن اس حدیث میں رہبر اور سرپرست کے علاوہ کوئی معنی نہیں۔

۲ ۔ ایک اور روایت میں ہے:

إن تولوا عليا تجدوه هاديا مهديا يسلك بكم الطريق المستقيم

(شواھد التنزیل:84/1)

(اگر علی کی پیروی کریں،اگرچہ تم ایسا نہیں کرو گے، تو دیکھو گے وہ ہدایت شدہ ہادی ہے اور تمہیں صراط مستقیم کی طرف لے جائے گا)

اس روایت میں واضح طور پر امام علی کے وظیفہ ہدایتگری اور پیشوائی کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

۴ ۔ جب پیغمبر ﷺ نے امام علی کو فرمایا:اے علی آپ کل ایمان، کل کفر کے مقابلے میں ہیں،

(شرح نہج البلاغہ؛ابن ابی الحدید: 261/13؛شواھد التنزیل:14/2؛ینابیع لمودۃ:281 و 284)

کسی نے بھی امام علی علیہ السلام کو مبارک نہیں دی،جبکہ ایمان دوستی سے بالا تر ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ غدیر میں ولی سے مرادسرپرست اور اولی بالتصرف ہے۔

صحابہ اور پیروان کا استدلال

ا ۔ حضرت زہرا علیہاالسلام نے فرمایا:پیغمبراکرمﷺ نے غدیر کے دن فرمایا: جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔

(اسد الغابہ:97/4)

۲ ۔ جناب عمار یاسر کہتے ہیں : پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلاہُ، فَھذا عَلِیٌّ مَوْلاہُ. أَللّٰھُمَّ والِ مَنْ والاہُ، وَ عادِ مَنْ عاداہُ..

(مسند احمد:281/4)

۲ ۔ اصبغ بن نباتہ نے ابو ہریرہ سے کہا : کیا حدیث غدیر کو بھول گئے ہو؟ابو ہریرہ نے جواب دیا: نہیں میں خود پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم سے سنا کہ پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں۔

(تزکرۃ الخواص:48؛الغدیر:203/1)

۴ ۔ عمر بن عبد العزیز-خلفای بنی امیہ سے-نے کہا: پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں۔

(تاریخ مدینہ دمشق:344/45؛الغدیر:210/1)

۵ ۔ عمرو بن عاص نے کہا: پیغمبراکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں۔

(تذکرۃ الخواص:84؛کشف الغمۃ:258/1)

اسی طرح

۶ ۔حدیث غدیر سے امام حسن علیہ السلام کا استدلال۔

(الغدیر: 197/1)

۷ ۔ حدیث غدیر سے زن دارمی کا استدلال۔

(الغدیر: 208/1)

۸ ۔ حدیث غدیر سےخلیفہ عباسی مأمون کا استدلال۔

(الغدیر: 211/1)

عرب شعرا کے اشعار سے قرائن و شواہد

عمرو بن عاص نے پڑھا ہے:

وقال فمن کنت مولی لہ فھذا لہ الیوم نعم الولیا

لسید الحمیری نے کہا:

من کنت مولاہ فھذا لہ

مولی فلم یرضوا و لم یقنعوا

امام علی علیہ السلام نے غدیر خم کے بارے میں معاویہ کو لکھا؟

و أوجَبَ لِی ولایَتَہُ عَلَیکُم رَسُولُ اللہِ یَومَ غَدیرِ خُمِّ

(مناقب آل ابی طالب:19/2؛ الغدیر: 340/1)

سوال:

حدیث (لا تفترق امّتی) (من مات بلا امام) (حدیث بارہ امام) کی رو سے- امامت امام علی علیہ السلام عقلی اور نقلی دلائل کیساتھ بیان کریں؟

جوابات:

(الف) دلائل نقلی:

۱ ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد مسلمان تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہونگے۔ ان میں سے ایک ہی فرقہ نجات پائے گا اور باقی بہتر (۷۲) فرقے جہنم می جائیں گے۔

(صحیح ترمذی:2778/134/4؛سنن ابن ماجہ:3991/1321/2)

اس حدیث کے بارے میں اہم ترین بحث نجات پانے والے فرقے کی شناخت ہے۔ اگر دوسری احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مراجعہ کریں تو دیکھیں گے کہ حضرت نے حدیث ثقلین میں ، اہل بیت اور ان کے پیروکاروں کو اہل نجات کہا ہے۔ جیسے کہ فرمایا: اگر اہل بیت اور قرآن سے تمسک کریں گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔اسی طرح فرمایا:

(یا علی أنت و شیعتك في الجنة)

(مناقب؛خوارزمی:120/111)

یا علی؛ آپ اور آپ کے شیعہ بہشتی ہیں

ایک اور روایت میں:

مَثَلُ اهل بیتی مَثَل سفینة نوح، من رکبها نجی و من تخلّف عنها غَرِق،

(فضائل الصحابہ:258/2؛معجم الکبیر:44/3)

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہےجو بھی اس پر سوار ہوا نجات پائے گا اور جس نے روگردانی کی غرق ہو گا)

اہلبیت اور انکے پیروان اہل نجات ہیں۔پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں اہل بیت کو کشتی نوح کیساتھ تشبیہ دی اور فرمایا:جو بھی اہلبیت سے تمسک نہ کرے وہ جہنم میں جاے گا ۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مثل أهل بيتی کمثل النجوم فی السماء یهدون الناس ،

(المستدرک:149/3؛ فضائل الصحابه :671/3)

میرےاہلبیت کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے کہ لوگوں کی ہداہت کرتے ہیں۔

۲ ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاتزال هذه الائمة مستقیماً امرها... حتی یمضی منهم اثنا عشر خلیفه کلهم من قریش..

(منتخب کنز الاعمال:321/5؛الکامل فی التاریخ:249/6؛صواعق المحرقه:28)

احمد بن حنبل اور حاکم نیشاپوری نے روایت کی ہے: مسروق نامی شخص نے کہا: ایک رات عبد اللہ بن مسعود کے پاس بیٹھا ہوا تھااور ان سے قرآن پڑھ رہا تھا۔ایک شخص نے سوال کیا: اے عبد اللہ، کیا رسول خدا سے پوچھا تھا کہ اس امت کے کتنے خلیفہ ہونگے؟

عبداللہ نےکہا: جب سے عراق آیا ہوں آپ سے پہلے اس طرح کا سوال کسی نے نہیں کیا۔پھر کہا: ہم نے یہ سوال کیا تھا اور آنحضرت نے فرمایا: وہ (۱۲) بارہ لوگ ہیں نقبای بنی اسرائیل کی طرح۔

(مسند احمد:398/1)

حضرت علی علیہ السلام نے ایک دفعہ، اس روایت میں قریش کے مقصود کو بیان کیا :

سب امام قریش میں سے ہیں اور ان میں سے بنی ہاشم سےاہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرار دیا۔ ان کے علاوہ کسی کے لیے ولایت روا نہیں اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی شائستہ ولایت ہے۔

اور یہ بھی فرمایا:

اللهم بلی ولا تخلو الارض من حجة قائم لله بحجته إما ظاهر معلوم، وإما خائف مغمور، لئلا تبطل حجج الله وبيناته

(کنز العمال:263/10؛ینابیع المودة:89/1)

اگر ہم اس جہا ن کے مذاہب کی تحقیق کریں ،تو کوئی بھی ایسا مذہب نہیں کہ جس پر فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منطبق ہو سوائے مذہب شیعہ اثنا عشریہ کےجن کے بارہ رہبر و امام ہیں ان میں سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور آخری حضرت مہدی عج ہیں۔

۳۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :یا علی آپ بمزلہ کعبہ ہیں لوگ آپ کی طرف آئیں گے نہ آپ لوگوں کی طرف۔

(اسد الغابة:31/4)

۴ ۔ پیغمبراکرم ﷺ اسلام ﷺ نے فرمایا :
لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً

(صحیح مسلم:3/6؛سنن ابی داود:4280/309/2)

یہ حدیث فقط شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد کےمطابق ہے کہ جن کے پیغمبراکرم ﷺ کے بعد بارہ(۱۲) امام ہیں۔

۵ ۔ پیغمبراکرم ﷺ اسلام ﷺ نے فرمایا :
عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ ویدور حیث دار

(مجمع الزوائد:235/7؛مسند یعلی:318/2؛تاریخ بغداد:322/4)

۶ ۔ کتب اہلسنت کے مطابق،پیغمبراکرم ﷺ نے فرمایا :میرے بعد سب سے پہلے فاطمہ بہشت میں جائے گی۔

(صحیح مسلم:142/7؛طبقات الکبری:247/2)

حالانکہ حضرت زہرا علیہا السلام فرقہ امامیہ میں سے ہیں۔

دوسری طرف رحلت پیغمبراکرم ﷺ کے بعد حضرت زہرا نے خلیفہ اول کی بیعت نہیں کی ۔اگر خلیفہ اول برحق اور شائستہ جانشینی پیغمبراکرم ﷺ ہیں تو حضرت زہرا علیہا السلام مرگ جاہلیت سے اس دنیا سے گئیں۔ اور جو بھی جاہلیت کی موت مرے یا تو وہ مشرک ہے یا کافر اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جبکہ حضرت زہرا علیہا السلام (سیدہ نسا العالمین ہیں) ۔

(صحیح بخاری:143/4؛سنن ترمذی:3985؛368/5)

اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اول ،خلیفہ حق نہیں تھے اور جانشینی پیغمبر ﷺ کے لائق نہیں تھے۔

۷ ۔ اہلسنت کی کتابوں میں ہے:
الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة

(سنن ترمذی:3856/321/5؛سنن ابن ماجه:118/44/1؛فضائل الصحابه:20)

بیشک حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ا مامیہ فرقہ میں سے تھے اس لیے امامیہ حق پر ہیں اور بہشت میں داخل ہو ں گے۔

۸ ۔ پیغمبراکرم ﷺ اسلام ﷺ نے فرمایا :
فاطمة بضعة منی من اذاها فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله

(صحیح بخاری:210/4؛صحیح مسلم:141/7؛سنن ترمذی:360/5)

فاطمہ میرا ٹکڑاہے جس نےاسے تکلیف پہنچائی گویا اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے گویا خدا کو تکلیف پہنچائی ۔

دوسری طرف فقط شیعہ کا شمار ان کے پیروکاروں میں آتا ہے۔

۹ ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

يا على لا يحبك إلا مؤمن ، ولا يبغضك إلا منافق

(شرح الاخبار:152/1سنن ترمذی:306/5؛سنن نسائی:116/8)

یا علی آپ کو دوست نہیں رکھیں گے مگر مومن اور کوئی آپ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق،

پس جو بھی حضرت علی علیہ السلام کادشمن ہوگابہشت میں داخل نہیں ہوگا اور اہل نجات نہیں ہوگا

۱۰ ۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ،زہرا،حسن وحسین علیہم السلام کو فرمایا:

أنا حرب لمن حاربكم ، وسلم لمن سالمكم.

(ذخائرالعقبی:25؛مسند احمد:442/2؛مجمع الزوائد:169/9)

جو بھی آپ سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا ،اور جو آ پ سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

۱۱ ۔ امام جوینی عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد اوصیاکا نام لیا جن میں پہلے حضرت علی علیہ السلام اور آخری حضرت مہدی علیہ السلام ہیں۔

(ینابیع المودۃ:281/3)

اسی طرح ایک اور روایت میں جوینی نے کہا: میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا انہوں نے فرمایا: میں اور علی اور حسن و حسین علیہم السلام اور نولوگ حسین علیہ السلام کی نسل سےپاکیزہ اور معصوم ہیں

۱۲ ۔ خدا نے قرآن کریم میں فرمایا:

{ وَ إِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِير }

(فاطر:24)

اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ ہو۔

ہم برادران اہلسنت سے پوچھتے ہیں کہ اس زمانے میں رسول خدا کا خلیفہ اور امام کون ہے؟

(ب) عقلی دلایل

۱۔

اگر ایک شخص علم و تقوا اور دوسری صفات سے دوسروں پر برتری رکھتا ہو تو عقل و نقل کا تقاضا ہے کہ وہی لوگوں کا سرپرست ہو اہلسنت کے اقوال کے مطابق حضرت علی علیہ السلام امت کے ہر فرد سے افضل ہیں ان میں سے

(الف) اعلمیت

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أعلم أمتي من بعدي علي بن أبي طالب ، أنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا

(مناقب خوارزمی:82)

میرے بعد علی ابن ابی طالبؑ امت کے عالم ترین فرد ہیں میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

آنحضرت نے حضرت فاطمہ سے فرمایا:

ألا ترضين أن زوجتك أقدم أمتي سلماً وأكثرهم علماً وأعظمهم حلماً.

(معجم الکبیر:230/20؛مجمع الزوائد:114/9)

کیا تم چاہتی ہو کہ آپکی شادی ایسے شخص سے کراؤں جو میری امت کا پہلا مسلمان، سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ صابر ہے۔

عایشہ کہتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ سے آگاہ تھے۔

(المناقب:84/91؛نظم الدرالسمطین:133)

(ب) حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ زاہد

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا على انّ الله قَد زَيّنَکَ بِزينَة لَم يُزَين العِبادَ، بِزينة أحَب اليه منها، هى الزهد فى الدنيا

(شرح الاخبار:435/1؛شرح نهج البلاغه؛ابن ابی الحدید:166/9)

یا علی خدا نے محبوب ترین زینت جو کہ زھد ہے تجھے عطا کی۔

(ج) اسلام میں سبقت

حضرت علی علیہ السلام پہلے مسلمان ہیں جبکہ دوسرے بت پرست تھے۔

(د) فداکاری اور شجاعت

سب جنگوں میں اسلام کا پرچم علی کے ذریعے سے بلند ہوا اور امام علی علیہ السلام وہ ہیں جن کے بارے میں سب مفسرین عامہ اور خاصہ کا اتفاق ہے کہ یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی

{إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ ءَامَنُواْ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَوةَ وَ هُمْ رَاكِعُون}

(مائدہ:55)

ایمان والو پس تمہارا ولی اللہ ہے اور اسکا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکور میں زکواۃ دیتے ہیں۔

(ز) امام علی علیہ السلام اور تربیت الٰہی

حاکم نیشاپوری نے لکھاہے:نعمات خداوندمیں سے کچھ فقط حضرت علی علیہ السلام کےمقدر میں تہیں یہ کہ پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نےحضرت علی علیہ السلام کو تربیت اور سرپرستی کےلیے چنا۔پیامبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام میں نمازکےلیےجاتےتوحضرت خدیجہ اورحضرت علی علیہ السلام انکےپیچھےجاتے اور سب کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے۔جبکہ ان کے علاوہ کوئی بھی نماز گذار نہیں تھا۔

(المستدرک:183/3)

(ح) امام علی علیہ السلام سب سے پہلے مومن

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زھراعلیہا السلام کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: بیشک وہ پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا۔

(معجم الکبیر:230/20؛مجمع الزوائد:114/9)

ابن ابی الحدید نے بھی لکھا ہے: اس کے حق کےبارے میں کیا کہیں جس نے سب سے پہلے ہدایت کی طرف سبقت کی۔

(شرح نھج البلاغہ؛ابن ابی الحدید:260/3)

ان دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتےہوئےعقل تقاضاکرتاہےکہ امام علی علیہ السلام امام اورجانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

۲ ـ

حدیث منزلت سے اخذ کرتے ہیں کہ خلیفہ کیلئے (مستخلف عنہ) کے اوصاف اور شرائط ہونا ضروری ہے تھوڑی سی توجہ کرنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ علی علیہ السلام پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ شباہت رکھتے تھے۔ کہ بعض کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے لیکن اہلسنت عقلی او ر شرعی قانون کی طرف توجہ کیے بغیر قبح تقدیم مفضول بر فاضل،علی علیہ السلام کو خلیفہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے ۔

۳ ـ

کتب اہلسنت میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بارہ خلیفہ ہیں اور دین اسلام ان کے توسط سے ہمیشہ عزیز اور تا قیامت برپا ہے۔

اہلسنت کے بزرگ دانشمند نے اس حدیث کے بارے میں کہا: حدیث خلفائے اثنا عشر فقط آئمہ اثنی عشر اہلبیت علیہم السلام پر منطبق ہے۔کیونک وہ اعلم ،با تقوا اور اپنے زمانے کے لوگوں سے برتر تھے۔اور اہل علم و تحقیق اس کو اچھی طرح جانتے ہیں حدیث ثقلین اور بہت سی احادیث اس معنی کی تائید کرتی ہیں

لیکن ابن حجر عسقلانی نے کہا: خلفائے اثنا عشر سے مراد وہ ہیں جو رسول خدا کے بعد خلیفہ ہوئے ہیں اور اجماع اور لوگوں کی حمایت رکھتے ہیں اس نے کہا: پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چودہ(۱۴) لوگ ہیں مگر ان میں سے دو معاویہ بن یزید اور مروان بن حکم صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے حذف ہو جائیں گے ۔اس بنا پر بارہ لوگ باقی بچیں گے جو حدیث پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہے۔

ابن حجر نے کہا: اجماع اور لوگوں کی حمایت کی شرط اکثر خلفا میں ہو اگر ایک دو لوگ جیسے امام حسن علیہ السلام اور عبد اللہ ابن زبیر میں یہ شرط نہ ہو تو بھی مشکل نہیں۔

(فتح الباری:13/182-183)

ابن حجر کی گفتگو پر اشکالات:

(الف) خلیفہ کی خلافت پر اجماع کی شرط ،عبد اللہ بن زبیر میں نہ ہونے کے علاوہ بعض دوسرے خلیفوں میں بھی نہیں تھی جیسے عثمان میں بھی نہیں تھی ۔ لیکن امام حسن علیہ السلام کے بارے میں ابن حجر کی بات اشتباہ ہے ۔کیوں کہ سب تاریخی کتابوں کے مطابق سب مسلمان آپ کی خلافت پر متفق تھے۔

(ب) ابن حجر عبد الملک کی خلافت کو صحیح مانتا ہے حالانکہ عبد الملک نے عبد اللہ ابن زبیر کو قتل کیا جو کہ ابن حجر کی نظ۔ر م۔یں خلیفہ حق ہے ۔

(ج)ابن حجر یزید بن معاویہ کو خلیفہ مانتا ہے حالانکہ کسی بھی منصف انسان کو یزید کی نا اہلی میں شک نہیں ۔

(د)ابن حجر خلافت مروان کو کم مدت ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں مانتا حالانکہ خلافت امام حسن علیہ السلام کو جنکی خلافت مروان ک۔ی طرح چھ مہینہ تھی صحیح جانتا ہے۔

(و)حدیث میں ہے خلفائے اثنا عشر تا روز قیامت دین کو چلائیں گے حالانکہ جن کو ابن حجر خلیفہ مانتا ہے وہ سب دنی۔ا سے چلے گئے۔

(ز)اگر یزید کی خلافت کو صحیح مانیں تو پھر اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کی خلافت کو بھی صحیح ماننا پڑے گا کیونکہ وہ ا پ۔نے ب۔اپ ک۔ی طرف سے خلافت پر پہنچا تھا لیکن ابن حجر معاویہ بن یزید کی خلافت کو صحیح نہیں مانتا ۔

۴۔

علمائے اہلسنت امام کے لیے تین شرطوں کو ضروری سمجھتے ہیں علم ، عدالت، شجاعت ۔ دوسری طرف شیعہ اور اہلسنت روایات کی بنا پر کوئی بھی انسان علم ،عدالت، اور شجاعت میں امام علی علیہ السلام تک نہیں پہنچتا۔

۵۔

عقل کی بنا پر وہ امام بن سکتا ہے جو معصوم ہو، تاکہ لوگ اس کی اطاعت کریں اور گناہ گار کی اطاعت پر یق۔ین رکھن۔ا اش۔تباہ ہے آئمہ کسی بھی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔اسکی طرف توجہ دیں تو واضح اور بدیہی ہے کہ عقل ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے دوس۔روں کے اتباع نہیں کرتی۔

۶۔

لیلۃ المبیت کے واقعہ کیطرف توجہ کرتے ہوئے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جانی خطرہ کے باوجود پیغمبراکرم ﷺ کی جگ۔ہ پ۔ر سونا قبو ل کیا ،اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبراکرم ﷺ کی کامل طاعت کی ہے۔عقل کی رو سے رہب۔ری اور جانشینی کے لائق وہ ہے جو اپنے تمام وجود کے ساتھ رسول گرامی اسلام کا مطیع ہو۔

۷-

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رسالت کے لیے بہت سی زحمات کے متحمل ہوئےاور 23 سال کے عرصہ میں اسلام کی واقعی تبلیغ کی محال ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فقط وحی کے مطابق گفتگو کرتے اور عمل کرتے تھے۔

(نجم:3،4)

اس نئے دین کو راہنما اور سرپرست کے بغیر چھوڑ دیتے۔یہ کام ایک عام انسان کے لیے بعید ہے چہ جائیکہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ اشرف المخلوقات ہیں۔

آخر دعوينا أن الحمد لله رب العالمين

کتابنامه

1 القرآن الکریم،کتاب الله تبارک وتعالی

2 الاتقان فی علوم القرآن،جلال الدین سیوطی(م 911ق)،تحقیق:سعید المندوب، دارالفکر،1416-1966م،اول

3 احتجاج علی اهل اللجاج،احمد بن علی الطبرسی(م620ق)تحقیق:السید محمد باقر خرسان،النجف الاشرف: دارانعمان للطباعة و النشر، 1386ق،اول

4 الاخبارالموفقیات، الزبیر بن بکار القرشی،(م256ق)، تحقیق:سامی مکی العانی،قم:منشورات الشریف الرضی،1416 ق ،اول

5 الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ،یوسف بن عبدللی القرطبسی المالکی(م363ق)، تحقیق: علی محمد البجاوی،بیروت: دارالجبل،1412ق،اول

6 اسد الغابة فی مرفة الصحابه ،علی بن ابی الکرم محمد الشیبانی(ابن الاثیر الجزری) (م630ق)، تحقیق: علی محمد معوض و عادل احمد عبد الموجود، بیروت: دارالکتاب العربیه415ق ،اول

7 اقبال الاعمال ،علی ابن موسی بن جعفر بن طاووس (السید ابن طاووس) (م664ق)،تحقیق:جواد القیومی الاصفهانی،قم: مکتب الاعلام الاسلامی، 1414،اول

8 الامالی، محمد بن علی بن بابویه القمی(الشیخ الصدوق)(م381ق)، تحقیق: مؤسسه البعثه، قم،1407ق،اول

9 الامامة والسیاسة(المعروف بتاریخ الخلفاء)،عبد الله بن مسلم الدینوری(ابن قتیبه) (م 276ق) ، تحقیق: علی شیری، قم : مکتبه الشریف الرضی، 1413ق،اول

10 اِمتاع الاسما ،تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م845ق) ، تحقیق و تعلیق: محمد بن الحمید النمیسی، بیروت: دارالکتب العلمیة، 1420ق،اول

11 انساب أشراف،احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری (م279ق) تحقیق: الشیخ محمد باقر المحمودی،بیروت:مؤسسة الأعلمی،1394ق-1974 م، اول

12 بحار الانوار الجامعة لدرر الاخبار الأئمة الاطهار، محمد باقر المجلسی (م1110 ق) ، بیروت: مؤسسة الوفار ، 1403ق، دوم

13 البدایة والنهایة، اسماعیل بن عمر الدمشقی (ابن کثیر) (م774ق)
تحقیق:علی شیری،بیروت: دار اِحیار التراث العربی،1408ق،اول

14 تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام، محمد بن احمد الذهبی (م748ق)

تحقیق: عمر عبد السلام تدمری،بیروت: دارالکتاب العربی،409ق،اول
15 تاریخ بغداد أومدینةالسلام ، حمد بن علی الخطیب البغدادی (م463ق) ، تاحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، بیروت:دارالکتب العلمیة، 1417ق، اول
16تاریخ دمشق، علی بن الحسن بن هبة الله (ابن عساکر الدمشقی) (م571ق) ، تحقیق: علی شیری،بیروت: دارالفکر، 1415و،اول
17تاریخ الطبری، مُحَمَّد بن جریر الطبری (م310ق) تاحقیق: نخبة من العلمار الأ جلار بیروت: موسسة الأعلمی للمطبوعات،1403ق-1983م،چهارم
18التاریخ الکبیر، مُحَمَّد بن اسماعیل البخاری (م256ق) ، ترکیه: المکتبة الاسلامیة،دیار بکر
19تاریخ الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب (الیعقوبی) (م284ق) ،بیروت: دار صادر
20تفسیر الألوسی (م1270ق)
21تفسیر ابن‌کثیر اسماعیل بن عمر الدمشقی (ابن‌کثیر) (م774ق) ،
بیروت: دارالمعرفة، 142ق -1992م
22تفسیر الثعالبی ،عبد الرحمان بن مُحَمَّد الثعالبی المالکی (م875ق)،
تحقیق: الدکتور عبد الفتاح أبو سنة- الشیخ علی مُحَمَّد معوض-والشیخ عادل احمد عبد الموجود ،
بیروت: دار أحیا التراث العربی، 1418ق،اول
23تفسیر الثعلبی ، الثعلبی (م427ق)،تحقیق: الامام ابی مُحَمَّد بن عاشور، مراجعه و تدقیق الأ ستاذ نظیر الساعدی، بیروت: دار أحیا التراث العربی، 1422ق-2002م، اول
24تفسیر الرازیعبسالرحمن بن أبی حاتم الرازی (الفخر الرازی) (م606ق)، سوم
25تفسیر القرطبی،مُحَمَّد بن احمد القرطبی (م671ق) ، تصحیح: احمد عبد العیلم البردونی، بیروت:
دار أحیا التراث العربی
26جامع البیان ، ابن جریر الطبری (م310ق)تحقیق: جمیل العطار،بیروت : دارالفکر،
1415ق-1995م
27الجامع الصغیر، جلال الدین سیوطی (م911ق)، بیروت : دارالفکر، 1401 -1981م،اول
28 الخصال ، علی بن بابویه القمی،(الشیخ الصدوق) (م381ق) تاصحیح و تعلیق: علی اکبر الغفاری ، قم ،منشورات جماعة المدعسین، 1403-1362ش
29الدر المنثور فی تفسیر المأ ثور، عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (م911ق) ، بیروت: دارالمعرفة ،1414ق ، اول

30ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ،احمد بن عبد الله الطبری (م693ق)،
قاهره: مکتبة اقدسی ، 1356ق
31السقیفة وفدک ،احمد بن عبد العزیز الجوهری، (م323ق) ، تحقیق: الدکتور الشیخ مُحَمَّد هادی الامینی، بیروت: شرکة الکتبی للطباعة و النشر ، 1413ق-1993م،دوم
32سنن ابن ماجة ، مُحَمَّد بن یزید القزوینی (ابن ماجة) (م273ق)،تحقیق: مُحَمَّد فؤاد عبد الباقی،
بیروت : دارالفکر
33سنن ابن ابی داوود ، ابن الأشعث السجستانی (م275ق)، تحقیق و تعلیق : سعید مُحَمَّد اللحم ، بیروت دارالفکر ،1410ق-1990م،اول
34سنن الترمذی،مُحَمَّد بن عیسی بن سوره الترمذی، (م279ق)،تحقیق: عبد الوهاب عبد اللطیف، بیروت : دارالفکر، 1403ق-1983م،دوم
35السنن الکری، احمد ن الحسین البیهقی (م458ق)، تحقیق: مُحَمَّد عبد القادر عطار ، بیروت : دارالفکر
36سنن النسائی ، احمد بن شعیب النسائی،(م303ق)بیروت : دارالفکر، 1348ق،اول
37سیر اعلام النبلا، مُحَمَّد بن احمد الذهبی (م748ق) ، تحقیق: شعیب الارنؤط ، بیروت : موسسة الرساله، 1414 ق ، دهم
38السیرة الحلبیة ، علی بن برهان الدین الحلبی الشافعی (م11ق)،بیروت: دارالمعرفة، 1400ق
39السیرة النبویة، اسماعیل بن عمر البصروی الدمشقی (ابن کثیر) (م747ق) ، تحقیق: مصطفی عبدالواحد ، بیروت: دارالمعرفة ،1396ش
40 السیرة النبویة ، عبد الملک بن هشام الحمیری،(ابن هشام) (م218ق) ، تحقیق: مُحَمَّد محی الدین عبد الحمید، قاهره : مکتبة مُحَمَّد علی صبیح و أولاده، 1383ق
41 شرح الاخبار ، القاضی النعمان بن مُحَمَّد التمیمی المغربی (م363ق) ، تحقیق: السید مُحَمَّد الحسینی الجلالی ، قم: موسسه النشر الاسلامی التابعة لجماعة المدرسین بقم المشرفة، 1414ق،دوم
42 شرح مسلم ، النووی، (م676ق)بیروت : دارالکتاب العربی ، 1407-1987م
43 شرح المواقف، القاضی الجرجانی (م482ق)شرح علی بن مُحَمَّد الجرجانی ،مر: مطبعة السعادة ،1325-1907م، اول
44 شرح نهج البلاغه، عبد الحمید بن مُحَمَّد المعتزلی (ابن ابی الحدید) (م656ق)، تحقیق: مُحَمَّد ابو فاهل ابراهیم، بیروت: داراحیار التراث، 1387ق،دوم

45 شواهد التنزیل، عبید الله بن احمد الحنفی النیسابوری،(الحاکم الحسکانی) (مقرن 5)، تحقیق: الشیخ محمد باقر المحمودی تهران: موسسة الطبع والنشر لوزارة الثقافة والا رشاد الاسلامی، 1411ق-1990م،اول

46 صحیح ابن حیان، علی بن بلبان الفارسی (ابن حیان) (م354ق)، تحقیق: شعیب الارنؤط، 1414ق-1993م،دوم

47 صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری،(م256ق)، بیروت: دارالفکر، 1401ق

48 صحیح مسلم، مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری (م261ق بیروت: دارالفکر

49 الصراط المستقیم، علی بن یونس العاملی (م877ق) ،تحقیق: محمد باقر البهبودی، المکتبة المرتضویة،384ق،اول

50 الطبقات الکبری،محمد بن سعد منیع الزهری (م230ق)،بیروت: دارصاد

51 عمدة القاری، العینی (م855ق)بیروت: دار احیار التراث العربی

52 الغدیر فی الکتاب و السنة والادب ،عبد الحسین بن احمد الامینی(م390ق)،دارالکتام العربی،1397ق،چهارم

53 فتح الباری شرح صحیح البخاری ، احمد بن علی العسقلانی(ابن حجر) (م852ق) ، بیروت: دارالمعرفة، دوم

54 فتح الغدیر،محمد بن علی بن محمد الشوکانی (م255ق) ، بیروت: عالم الکتب

55 الفصول المختار، محمد بن محمد بن النعمان الاکبری البغدادی(الشیخ المفید) (م413ق) ، تحقیق: السید علی میر شریفی،بیروت: دارالمفید، 1414ق،دوم

56 فضائل الصحابة، احمد بن محمد بن حنبل (م241ق) ، تحقیق: وصی الله بن محمد عباس،
مکة: جامعه ام القری ، 1403ق،اول

57 الکافی، محمد بن یعقوب الکلینی الرازی(م329ق) ، تحقیق: علی اکبر الغفاری، تهران: دارالکتب الاسلامیة، 1363ش،پنجم

58 الکامل فی التاریخ، علی بن محمد الشیبانی الموصلی (ابن الاثیر) (م630ق)،
بیروت: دار صادر،1386ق

59 الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل، محمود بن عمر الزمخشری(م538ق)، خلفار: شرکة مکتبة و مطبعةمصطفی البابی، 1385-1966م

60 کشف الخلفار، اسماعیل بن محمد العجلونی (م1162ق) ،بیروت: دارالکتب العلمیة1408-1988م،سوم

61 کشف الغمة فی معرفة الأئمة، علی بن عیسی الاربلی(م687ق) ،بیروت:دارالأضوار،۱۰۵ ق،دوم

62 کنزالاعمال، المتقی الهندی، (م975ق)،ضبط وتفسیر: الشیخ بکری حیانی/ تصحیح و فهرسة: الشیخ صفوة السقار ، بیروت: موسسة الرسالة ،1409-1989م

63 المبسوط، مُحَمَّد بن الحسن الطوسی (م460ق) ،تصحیح و تعلیق: السیدمُحَمَّد تقی الکشفی، تهران: المطبعة الحیدریة ، 1387ش

64 مسار الشیعة مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن النعمان الاکبری البغدادی(الشیخ المفید) (م413ق) ، تحقیق: الشیخ مهدی نجف،بیروت:دارالمفید،1414ق،دوم

65 مجمع الزوائد و منبع الفوائد،علی بن ابی بکر الهیثمی(م807ق)،بیروت: دارالکتب العلمیة،1408ق

66 المحصول مُحَمَّد بن عمر الرازی، (فخر الرازی) ،۰م606ق) ،تحقیق: دکتور طه جابر فیاض العلوانی،بیروت: موسسة الرسالة،1412ق،دوم

67 المحلی، علی بن احمد بن سعید ابن حزم(م456ق) ،بیروت: دارالفکر

68 المستدرک علی الصحیحین،مُحَمَّد بن عبد الله الحاکم النیسابوری(م405ق)یوسف عبدالرحمن المرعشلی ، بیروت : دارالمعرفة

69 المسند، احمد بن مُحَمَّد الشیبانی(ابن حنبل) (م241ق) ، بیروت: دار صادر

70 مسند ابی یعلی، احمد بن علی بن المثنی التمیمی(ابو یعلی الموصلی) (م307ق) ،تحقیق: حسین سلیم اسد ، بیروت: دارالمأمون

71 المصنف،عبد الرزاق الصنعانی(م211ق)، تحقیق: حبیب الرحمن الأعظمی

72 المعجم الأوسط، سلیمان بن احمد الطبرانی(م360ق)،تحقیق: قسم التحقیق بدارالحرمین،بیروت: دارالحرمین،1415ق-1995م

73 المعجم الکبیر، سلیمان بن احمد اللخمی الطبرانی (360ق)، تحقیق: حمسی عبد الحمید السلفی،بیروت: دار احیار التراث العربی،1404ق،دوم

74 المغنی، عبدالله بن قدامة(م620ق) بیروت: دارالکتاب العربی

75 الملل والنحل، مُحَمَّد بن عبد الکریم الشهرستانی (م548ق) ، تحقیق: مُحَمَّد سید کیلانی، بیروت: دارالمعرفة

76 المناقب، الموفق بن احمد الخوارزمی(م567ق) تحقیق: الشیخ مالک المحمودی، قم: مؤسسة النشر الاسلامی، 1414ق،دوم

77 مناقب آل ابی طالب،المناقب لابن شهر آشوب) ،مُحَمَّد بن علی المازندرانی(ابن شهر أشوب) (م588ق)،تصحیح وشرح و مقابلة: لجنة من اساتذة النجف الاشرف ، النجف الاشرف: الحیدریة،1376ق

78 المواقف، الایجی(م756ق) ،تحقیق: عبد الرحمن عمیرة،بیروت: دارالجبل،1417-1997م،اول

79 میزان الاعتدال،مُحَمَّد بن احمد بن عثمان الذهبی(م748ق)، تحقیق: علی مُحَمَّد البجاوی،بیروت: دارالمعرفة،1382-1963م،اول

80 النزاع والتخاصم،احمد بن علی المقریزی (م845ق) تحقیق: السید علی عاشور

81 نظم درر السمطین،مُحَمَّد بن یوسف الزرندی الحنفی(م750ق) کتب خطی کتابخانه امیر المومنین،1377ق-1958م،اول

82 نهج البلاغه، مُحَمَّد بن الحسین الموسوی (الشریف الرضی) (م406ق) ، تصحیح و ترجمه: سید علی نقی فیض الاسلام ، تهران: جاویدان

83 وسائل الشیعة،الشیخ مُحَمَّد بن حسن الحر العاملی (م1104ق)،تحقیق: موسسة آل البیت لاحیار التراث، قم:موسسة ال البیت، 1414ق،دوم

84 ینابیع المودة لذی القربی، سلیمان بن ابراهیم القندوزی الحنفی (م1294ق) ،تحقیق: سید علی جمال آشرف الحسینی ، دارأسوة،اول

فہرست

انتساب..3

مقدمہ مترجم..4

کتاب کا تعارف:..4

مؤلف کا تعارف: 4

حوزوی دروس 4

تدریس..5

ضرورت ترجمہ..5

مقدمہ 7

پہلی فصل 9

امام کا تعیین خدا کرتا ہے یا لوگ 9

۱۔آٹھ ذی الحجہ(یوم الترویہ) مکہ میں 12

۲۔نو ذی الحجہ کو عرفات میں...12

۳۔دس ذی الحجہ(روز عید قربان)منی میں 12

۵۔اٹھارہ ذی الحجہ غدیر خم میں 12

چھارم ذی الحجہ کو پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاخطبہ اور صحابہ کی مخالفت.......................................12

قرآن کی صراحت کے باوجود یہ مخالفت:...13

بیعت رضوان اور عدالت صحابہ 18

حدیث ثقلین کی جانچ پڑتال 21

دوسری فصل...28

خطبہ غدیر پر ایک نظر...28

اہلسنت کی معتبر کتابوں میں حدیث غدیر............29
امیرالمؤمنین علیہ السلام کے سفرِ یمن کی حقیقت............35
خطبہ غدیر کے بعد کے واقعات............37
قرآن کریم کی نظر میں غدیر............37
صحیفہ ملعونہ کا واقعہ............40
علما اہلسنت اور حدیث ، غدیر............43
تیسری فصل............47
مسئلہ ولایت کے متعلق آیات اور روایات............47
آیت مباہلہ............47
آیت تطہیر............48
حدیث ۷۳ فرقے............50
اس کی پہلی دلیل،حدیث ثقلین............51
حدیث سفینہ نوح............53
حدیث خلفائے اثنی عشر............55
حدیث منزلت............56
حدیث یوم الدار............57
آیت شریفہ:............57
حدیث مدینہ العلم............57
اثبات عقلی، ولایت امام علی علیہ السلام............60
چوتھی فصل............66
سوالات اور ان کے جوابات............66

سوال: 66
پیغمبر کا چار ذی الحجہ کو خطبہ دینے کا کیا مقصد تھا؟ 66
جوابات 66
سوال: 68
بعض اصحاب کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کی کیا وجہ تھی؟ 68
جوابات: 68
سوال: 70
کیا قرآن و سنت کی رو سے سب اصحاب کی عدالت ثابت کی جا سکتی ہے؟ 70
جوابات:(الف)۔ 70
(ب) سنت کی نظر میں: 71
سوال: 72
کیا امام علی علیہ السلام نے خلفا کی بیعت کی؟ 72
جواب: 72
سوال: 74
کن قرائن اورشواہدسےامامت امیرالمومنین علیہ السلام کلمہ مولیٰ اورواقعی غدیرسے ثابت کی جاسکتی ہے؟ 74
جواب: 74
دلائل قرآنی اور تفاسیر مفسرین 74
قرائن اور شواہد مکانی،زمانی اور حالی 78
دلائل روائی: 78
صحابہ اور پیروان کا استدلال 79
سوال: 81

حدیث (لا تفترق امّتی) (من مات بلا امام) (حدیث بارہ امام)کی رو سے- امامت امام علی علیہ السلام عقلی اور نقلی دلایل کیساتھ بیان کریں؟ 81
جوابات: 81
(الف) دلایل نقلی: 81
(ب) عقلی دلایل 85
(الف) اعلمیت 85
(ب) حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ زاہد 85
(ج) اسلام میں سبقت 85
(د) فداکاری اور شجاعت 86
(ز) امام علی علیہ السلام اور تربیت الہی 86
(ح) امام علی علیہ السلام سب سے پہلے مومن 86
ابن حجر کی گفتگو پر اشکالات: 87
کتابنامہ 90